رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶

هُوَ الَّذِيْ أَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ

رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶

فاروق
قادیان

قیمت فی پرچہ ار

تاریخہائے اشاعت ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸

جلد ۲۳	قادیان دارالامان مورخہ ۱۱ ذیقعدہ ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۴ جنوری ۱۹۳۸ء	نمبر ۲

Digitized by Khilafat Library Rabwah

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

هُوَ النَّاصِرُ

فیصلہ ہائی کورٹ بمقدمہ میاں عزیز احمد اور جماعت احمدیہ

رقم فرمودہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

پانچ تاریخ کو میاں عزیز احمد کی اپیل کا فیصلہ جو ہائی کورٹ کے دو فاضل ججوں نے سنایا ہے اس میں بعض فقرات ایسے بھی ہیں۔ جن سے بعض مخالف اخبارات نے یہ نتیجہ نکالا ہے۔ کہ گویا عدالت عالیہ کے نزدیک میاں فخر الدین کے قتل کی تحریک خلیفہ جماعت احمدیہ کی تقریروں سے ہوئی ہے۔ چنانچہ اس مخالف پروپیگنڈا کی وجہ سے جماعت کے دوستوں کو بہت تکلیف ہوئی ہے۔ اور باوجود اس کے کہ "الفضل" نے اس فیصلہ کے بارہ میں کوئی مضمون نہیں لکھا۔ اور اسکی وجہ سے اکثر احباب جماعت جو سوائے "الفضل" کے اور کوئی اخبار نہیں پڑھتے۔ اس فیصلہ سے بے خبر ہیں۔ جن جن دوستوں کی نگاہ سے دوسرے اخبارات گذرے ہیں۔ وہ رنج وغم سے بے تاب ہو رہے ہیں۔ اور ان کے خطوط جو مجھے آ رہے ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض تو مارے غم کے دیوانے ہو رہے ہیں۔ جن لوگوں کے خطوط موصول ہوئے ہیں۔ ان میں سے اکثر کے خطوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ اس خبر کے پڑھنے کے بعد کھانا نہیں کھا سکے۔ اور رات کو نیند بھی ان کو نہیں آئی۔ اور بعض نے تو نہایت درد سے لکھا ہے۔ کہ خدایا یہ کیا غضب ہے۔ کہ جس شخص نے ہمیں نرمی اور محبت اور رأفت کی تعلیم دی اور جس نے ہمیں سختی اور ظلم اور فساد سے روکا۔ اور جس نے ہماری طبیعتوں کی وحشت کو دور کر کے پیار اور محبت کا ہمیں سبق دیا۔ اور دشمنوں سے بھی حسن سلوک کی ہمیں ہدایت کی۔ اور ہمارے شدید ترین غصہ کی حالت میں ہمارے جذبات کو سختی سے قابو میں رکھا۔ اسی کی نسبت آج کہا جا رہا ہے۔ کہ اس نے لوگوں کو قتل وغارت کی تعلیم دی۔ اور فساد پر آمادہ کیا بعض کے خطوط تو ایسے دردناک ہیں۔ کہ یوں معلوم ہوتا ہے۔ ان کے دل خون ہو گئے ہیں۔ اور ان کے لئے عرصۂ حیات تنگ آ گیا ہے۔ پس باوجود اس کے کہ عدالت عالیہ کے فیصلہ کے متعلق کچھ لکھنا ایک نازک سوال ہے۔ اور قانون کا کوئی ماہر ہی اس مشکل راستہ کو بخیریت طے کر سکتا ہے میں مجبور ہو گیا ہوں۔ کہ اس بارہ میں اپنے خیالات کو ظاہر کروں۔ وما توفیقی الا باللہ ٭

سب سے پہلے تو میں یہ کہتا ہوں۔ کہ اے بھائیو! میں تمہاری ہمدردی کا شکر گزار ہوں کہ تم نے میرے زخمی دل پر پھاہا رکھنے کی کوشش کی۔ اور میرے غم میں شریک ہوئے۔ اور میرے بوجھ کے اٹھانے کیلئے اپنے کندھے پیش کر دیئے۔ خدا کی تم پر رحمتیں ہوں۔ وہ تمہارے دل کے زخموں کو مندمل کرے۔ اور تمہارے دکھوں کا بوجھ ہلکا کرے۔ کہ تم نے اس کے ایک کمزور بندے پر رحم کیا۔ اور اس کے غم نے تمہارے دلوں کو پریشان کر دیا۔ بے شک آج پشاور سے لے کر راس کماری تک ہزاروں گھر رنج والم کا شکار ہو رہے ہیں۔ ہزاروں ہزار عورتیں۔ مرد۔ بچے کرب وبلا میں مبتلا ہیں۔ اور خون کے آنسو ان کی آنکھوں سے رواں ہیں۔ لیکن ان کے احساسات ان احساسات کی گہرائی کو کہاں پہنچ سکتے ہیں۔ جو ان ایام میں میرے دل میں پیدا ہوتے رہے ہیں۔ اور پیدا ہو رہے ہیں۔ شاید تم میں سے بعض اپنا غصہ اس طرح نکال لیتے ہوں گے۔ کہ وہ اس فیصلہ کی ذمہ واری ججوں پر ڈال دیتے ہوں گے۔ اور کہتے ہوں گے۔ کہ ججوں نے غلطی کی۔ انہوں نے ہمارے امام کو سمجھا نہیں۔ اور بعض اس طرح غصہ نکال لیتے ہوں گے۔ کہ ججوں نے تو محض اس امر کا اظہار کیا ہے۔ کہ مذہبی لیڈروں کو اپنے خیالات کو احتیاط سے ادا کرنا چاہیئے۔ تاکہ دوسرے لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہو کر کوئی خلاف قانون حرکت نہ کر بیٹھیں۔ لیکن اخبار والوں اور دشمن مولویوں نے شرارت کی ہے۔ کہ ان کے فقروں کو اور معنے دے دیئے ہیں۔ اور یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ امام جماعت احمدیہ نے قتل وغارت کی تلقین کا ارتکاب کیا ہے۔ مگر اے دوستو میں اپنے دل کی آگ کو اس قسم کے خیالات کے پانی سے بھی سرد نہیں کر سکتا۔ کیونکہ کیا اس امر کا انکار کیا جا سکتا ہے۔ کہ ججوں نے جو کچھ سمجھا۔ اس کا موجب آپ ہی لوگوں میں سے ایک شخص کی غلطی تھی۔ اگر میاں عزیز احمد بے قابو نہ ہو جاتے۔ اور اگر ان سے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس فعل کا ارتکاب نہ ہوتا۔ جو ہؤا۔ تو ججوں کو میرے متعلق اچھے یا بُرے خیالات کے اظہار کا موقعہ ہی کب مل سکتا تھا۔ ان کو ان ریمارکس کے لکھنے کا موقعہ تو خود آپ لوگوں میں سے ہی ایک فرد نے دیا۔ اور اگر اخباروں نے ججوں کے فیصلہ کے غلط معنے لئے۔ تو اسکی ذمہ واری بھی تو آپ ہی میں سے ایک شخص پر ہے۔ اور جب میں اس نقطۂ نگاہ سے اس معاملہ کو دیکھتا ہوں تو میرے دل سے بے اختیار یہ آواز آتی ہے کہ محمود جس قوم کی خدمت تو نے بچپن میں اپنے ذمہ لی۔ جس کی خدمت جوانی میں تو نے کی۔ جب تیرے بال سفید ہو گئے۔ جب تیری رگوں کا خون ٹھنڈا ہونے کو آیا۔ تو ان میں سے بعض کی وجہ سے تجھ پر اس فعل کا الزام لگایا گیا۔ جس فعل کو دنیا سے مٹانے کے لئے تیرا بچپن اور تیری جوانی خرچ ہوئے تھے۔ جب ہم میں سے بعض نے اپنے خدا پر بدظنی کی۔ اور خیال کیا کہ وہ جائز راستوں سے ہماری مدد نہیں کر سکتا۔ اور اس کا بنایا ہؤا طریق ہمیں کامیاب نہیں بنا سکتا۔ تو بتا کہ اگر دنیا کے لوگ تجھ پر اور تیرے دوستوں پر بدظنی کریں۔ تو اس میں ان کا کیا قصور اور اگر جج یہ سمجھتے ہوئے کہ وہ ملک کا امن قائم کرنے کے لئے ایک مستحسن قدم اٹھاتے ہیں۔ کوئی ریمارک کریں۔ تو اس میں ان پہ کیا الزام۔ کیونکہ وہ شخص زیادہ مجرم ہے۔ جو اپنے خدا پر بدظنی کرتا ہے۔ بہ نسبت اس کے جو کسی بندہ پر بدظنی کرتا ہے۔

یہ ایک قانونِ قدرت ہے کہ اگر غم کی حالت میں انسان دوسرے پر اس غم کی ذمہ واری تھوپ سکے۔ تو یہ اس کے غم کو ہلکا کر دیتا ہے۔ لیکن جب میں سوچتا ہوں۔ اور اس غم کا موجب خود اپنی ہی جماعت کو پاتا ہوں۔ اور غلط فہمیوں کا پیدا کرنے والا خود انہی کو دیکھتا ہوں۔ تو میرا دل بالکل پگھل جاتا ہے۔ اور میری آنکھیں ندامت سے جھک جاتی ہیں+

اے بھائیو۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ انسان چونکہ دل کے خیالات کو نہیں پڑھ سکتا۔ وہ غلط فہمی میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ اور رائے وہی ہے۔ جو عالم الغیب خدا کی ہو۔ اور ہم تو دوسروں سے دکھ دیئے جانے اور گالیاں سننے کے عادی ہو چکے ہیں۔ لیکن اس موجودہ ابتلاء اور پہلے ابتلاؤں میں یہ فرق ہے۔ کہ پہلے مخالف اخبار اور مخالف واعظ جو کہتے تھے۔ وہ اپنی طرف سے کہتے تھے۔ اور انسانوں میں سے شریف طبقہ ان کی باتیں پڑھ کر یا سنکر کہتا تھا۔ کہ یہ لوگ احمدیوں کے دشمن ہیں۔ ان کی باتوں پر بلا سوچے اور بغیر تحقیق کے اعتبار نہ کرو۔ لیکن اب جو کچھ ہمارے دشمن اخبارات اور دشمن لیکچرار کہتے ہیں۔ وہ انہیں صوبہ کی اعلےٰ عدالت کے ججوں کی طرف غلط طور پر یا صحیح طور پر منسوب کر کے کہتے ہیں۔ اور اس کا نہایت بُرا اثر ہماری تبلیغ پر پڑ سکتا ہے۔ پس اس وجہ سے طبعًا اس حادثہ کا اثر میری طبیعت پر شدید پڑا ہے نہ اپنی ذات کے لئے بلکہ خدا کے دین کے لئے۔ اور اس کے سلسلہ کی اشاعت میں روک پیدا ہونے کے خیال سے۔ کیونکہ گو ہم ذلیل اور حقیر وجود ہیں۔ اور آخر ایک غیر حکومت کے تابع ہیں۔ اور ایک کمزور جماعت کا فرد ہونے کے لحاظ سے اور ایک چھوٹی سی اقلیت کا ممبر ہونے کے سبب سے ہمیں نہ کوئی دنیوی وجاہت حاصل ہے۔ جس کی کوئی قیمت سمجھی جائے۔ اور نہ کوئی سیاسی رتبہ حاصل ہے۔ جس کا کوئی لحاظ کیا جائے۔ پس اگر صرف ہماری ذات کا سوال ہو۔ تو پھر تکلیف جو ہمیں پہنچے۔ وہ ایک ادنیٰ سی قربانی ہے۔ جو ہم اپنے رب کے حضور میں پیش کرتے ہیں۔ اور کوئی بیش قیمت تحفہ نہیں۔ جو اس بادشاہ کے پاؤں میں رکھتے ہیں۔ لیکن جب قربانی ہماری ذات کی نہ ہو۔ بلکہ سلسلہ کی ہو۔ اور نقصان ہمارا نہ ہو۔ بلکہ ہماری جان سے پیارے دین کا ہو۔ اور ہمارے اخلاق کا دھبہ ہمارے چہرہ پر نہیں۔ بلکہ ہماری پاک تعلیم کے ماتھے پر سیاہ نشان بنا کر لگایا جا رہا ہو۔ جیسا کہ ہمارے مخالف لوگ کر رہے ہیں۔ تو پھر ایک ایسا غم اور دکھ پہنچتا ہے۔ جس کا اندازہ انسان نہیں لگا سکتے۔ اور اسی وجہ سے آج میرا دل غم سے بھرا ہؤا ہے۔ اور میری پیٹھ فکروں کے بوجھ سے خم ہو رہی ہے اگر اسلام کا جھنڈا آج میرے ہاتھ میں نہ ہوتا۔ اگر اسے کامیابی کے ساتھ اقبال کی پہاڑی پر گاڑنے کا کام خدا تعالےٰ نے میرے سپرد نہ کیا ہوتا۔ تو میں خدا تعالےٰ سے کہتا۔ اے میرے خدا۔ میں اپنے ہی لوگوں کی اصلاح میں ناکام رہا ہوں۔ میں اپنے ہی لوگوں کی غلطیوں کی وجہ سے بدنام ہؤا ہوں۔ اے خدا تو جانتا ہے۔ کہ میں نے وہ نہیں کہا۔ جو لوگ کہہ رہے ہیں۔ کہ میں نے کہا۔ اور تیرے وہ بندے بھی جانتے ہیں۔ جنہوں نے مجھے دیکھا۔ اور سمجھا۔ لیکن اے میرے رب میرے ہی بعض ساتھیوں کے ذریعہ سے ایسے حالات پیدا ہو گئے ہیں۔ کہ وہ ہاتھ جسے تو نے سورج کی طرح روشن بنایا تھا۔ داغدار نظر آ رہا ہے۔ پس اگر میرا وجود تیرے دین کی اشاعت میں روک بنتا ہے۔ تو مجھے اس ذمہ واری سے سبکدوش کر۔ اور اپنے پاس جہاں بدظنیاں نہیں۔ جہاں حقیقت پر شک کا پردہ نہیں ڈالا جا سکتا۔ اپنی بخشش کی چادر کے کسی کونہ میں جگہ دیدے۔ لیکن میں اپنے لئے موت بھی تو نہیں مانگ سکتا۔ کیونکہ گو ایک بے جان جسم کسی کام کا نہیں۔ لیکن جب تک سانس چلتا ہے۔ ایمان کی ذمہ واریاں اس پر عاید ہیں۔ اور مذہب اور اخلاق کی جنگ کے میدان سے بھاگنا کسی طرح جائز نہیں۔ کیونکہ روحانی جنگ جو مذاہب کے درمیان دلائل و براہین اور نشانات الٰہیہ سے ہو رہی ہے۔ وہ دنیا کی جنگوں سے کہیں اہم ہے۔ جب دنیا کی حکومتیں جسمانی جنگوں سے تھک جانے والوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتی ہیں۔ تو جو شخص اخلاق اور دین کی جنگ سے جو روحانی ہتھیاروں سے لڑی جاتی ہے۔ سبکدوشی کا خیال کرے۔ وہ کس قدر حقیر نہ سمجھا جائیگا۔ پس میرے لئے سب راہیں بند ہیں۔ سوائے آگے بڑھنے کے۔ اور میں اپنے رب سے شکوہ نہیں کرتا۔ کیونکہ اس نے جس مقام پر مجھے رکھا ہے۔ یقینًا اس میں میرا بھلا ہے۔ اور اسی میں دنیا کا بھلا ہے۔ پس اگر میرے دل کا خون ہو کر بہنا تمہارے دلوں کو پاک کر سکے۔ اگر تم آئندہ کے لئے شریعت اور قانون کی پابندی کو اپنے نفس پر واجب کر لو۔ اور قربانی اور ایثار کے معنی یہ سمجھو۔ کہ جس رنگ میں خدا تم سے قربانی اور ایثار چاہتا ہے۔ نہ وہ ناجائز رنگ جو تم اپنے لئے تجویز کرو۔ تو یقینًا میری قربانی مہنگی نہ ہو گی۔ میرے دُکھ کوئی قیمت نہ رکھیں گے۔ کیونکہ وہی جان قیمتی ہے۔ جو خدا کے بندوں کے کام آئے۔ اگر میری بے عزتی تمہیں عزت دلانے کا موجب ہو۔ اگر میری ذلت تم کو ہمیشہ کے لئے ذلت سے بچالے۔ اگر میرے جذبات کی موت تمہیں اخلاقی زندگی بخشدے۔ تو بخدا میں اس سودے کو نہایت سستا سودا سمجھوں گا۔ کہ حکومت درحقیقت خدمت ہی کا نام ہے۔ اور سیادت غلامی ہی کا ہم معنی لفظ ہے۔ پس اے بھائیو۔ اگر تم فی الواقعہ اس غم میں میرے ساتھ شریک ہونا چاہتے ہو۔ تو بجائے دوسروں پر غصہ ہونے کے اپنے نفسوں پر غصے ہو۔ اور اپنے دلوں کو پاک کرو۔ اور چاہیئے۔ کہ تم میں سے جو روزوں کی طاقت رکھتے ہیں۔ وہ کچھ روزے رکھ کر دعائیں کریں۔ اور جو نوافل کی طاقت رکھتے ہیں۔ وہ کچھ نوافل پڑھ کر دعائیں کریں۔ کہ خدا تعالےٰ خود ہی اپنے سلسلہ کا حافظ و ناصر ہو۔ اور اسکی عزت کو قائم کرے اور لوگوں کے دل سے بدظنیاں دور کرے۔ اور آئندہ کے لئے خوب اچھی طرح سمجھ لو۔ کہ بے شک بے غیرت کو ایمان نصیب نہیں ہوتا۔ لیکن ظالم کو بھی ایمان نصیب نہیں ہوتا۔ تم خدا کیلئے بھی اسی طرح باغیرت بنو۔ جس طرح اپنے نفس کے لئے بلکہ اس سے زیادہ۔ لیکن ساتھ ہی تم خدا کے لئے منصف بھی بنو۔ عادل بھی بنو۔ ظلم سے بچنے والے بھی بنو۔ اور خدا پر توکل کرو۔ کہ جس کام سے وہ تم کو روکتا ہے۔ اسی لئے روکتا ہے۔ کہ اس کا کرنا تمہارے دین اور دنیا کے لئے مضر ہوتا ہے۔ اور یہ کبھی خیال نہ کرو۔ کہ جہاں خدا تعالےٰ تم کو ہاتھ اٹھانے سے روکتا ہے۔ اس لئے روکتا ہے۔ کہ تم کو بند کرے۔ بلکہ یاد رکھو۔ کہ وہ جب تم کو ہاتھ اٹھانے سے روکتا ہے۔ تو اسی وقت روکتا ہے۔ جب تمہارا ہاتھ اٹھانا دین اور اخلاق کے لئے مضر ہو۔ اور اس وقت وہ تمہاری عزت کی آپ حفاظت کرتا ہے۔ اور آسمانی تدبیروں سے تمہاری مشکلات کو دور کرتا ہے۔ اور ایسے وقت میں اگر تم اپنی عزت کو اپنے ہاتھ سے قائم کرنا چاہو۔ تو تم اپنی عزت کو بڑھاتے نہیں۔ بلکہ کم کرنے کا موجب ہو جاتے ہو۔ کاش کہ اس موقعہ پر تم کو یہ سبق یاد ہو جائے۔ اگر ایسا ہو۔ تو پھر میرا غم ہلکا ہو جائے گا۔ اور میرا فکر کم ہو جائے گا۔ اور میں اپنے رب کو کہہ سکوں گا۔ کہ اے میرے رب دیکھ۔ کہ تیرا بندہ مر کر بھی لوگوں کو زندہ کرنے کا موجب ہو گیا۔ کیا تو حي و قیوم ہو کر اسے زندہ نہ کریگا۔ اور میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ اس پر وہ ایسا ہی کرے گا۔ اور ضرور کریگا۔

بے شک آج ہمارا دشمن خوش ہے۔ کہ میرا بھی ایک وار نکلا۔ لیکن اگر تم دعاؤں اور عاجزی میں لگ جاؤ گے۔ تو اسکی خوشی عارضی ثابت ہو گی۔ اللہ تعالےٰ یا تو ہمارے دشمنوں کی باتوں کی اصلاح کے سامان غیب سے پیدا کر دے گا۔ اور اگر یہ اسکی مصلحت کے خلاف ہو گا۔ تو وہ تمہارے ذکر خیر کو اتنا بلند کر دے گا۔ کہ تمہارے خلاف الزام لگانے والوں کی آوازیں تمہاری تعریف کے نعروں میں غائب ہو جائیں گی۔ پس بنی نوع انسان کی حقیقی خیر خواہی کے کاموں میں لگ جاؤ۔ کہ دنیا میں وہی چیز قائم رہتی ہے۔ جو دنیا کے لئے نفع مند ہو۔ نہ الزام کہ جو کسی کو بھی نفع نہیں دیتے+

ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب عرف سردار مہر سنگھ بی اے کے خلاف جو مقدمہ "بابا نانک رح کا دین دھرم" نامی تبلیغی ٹریکٹ کی بنا پر زیر دفعہ ۱۸ ایکٹ ۲۳ سنہ ۳۱ء بھائی جسونت سنگھ سب مجسٹریٹ علاقہ بٹالہ کی عدالت میں دائر تھا۔ اس میں مجسٹریٹ نے انتہائی سزا چھ ماہ قید سخت اور سو روپیہ جرمانہ کی دی جسکو ماسٹر صاحب نے نہایت بشاشت اور خوشی سے سنا۔ اور ہتھکڑی پہنکر سیدھے جیل چلے گئے۔ (مفصل آئندہ۔)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فاروق

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جلد ۲۳ | قادیان دارالامان مورخہ ۱۴ار جنوری ۱۹۳۸ء | نمبر ۲

خطبہ جمعہ مورخہ ۷ر جنوری ۱۹۳۸ء

فرمودہ حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

اس خدا کا بے انتہا شکر ہے۔ جس نے

ہر زمانہ کے مطابق اپنے بندوں کے لئے سامان

بہم پہنچائے ہیں۔ کبھی وہ زمانہ تھا۔ کہ لوگوں کے لئے ایک جگہ سے دوسری جگہ چل کر جانا بہت مشکل ہؤا کرتا تھا۔ اور اس وجہ سے بہت بڑے اجتماع ہونے ناممکن تھے۔ لیکن آج ریلوں۔ موٹروں۔ لاریوں۔ بسوں۔ ہوائی جہازوں اور عام بحری جہازوں کی ایجاد اور افراط کی وجہ سے ساری دنیا کے لوگ بسہولت کثیر تعداد میں قلیل عرصہ میں ایک مقام پر جمع ہو سکتے ہیں اور اس وجہ سے موجودہ زمانہ میں کسی انسان کی یہ طاقت نہیں۔ کہ وہ موجودہ زمانہ کے لحاظ سے عظیم الشان اجتماعات میں تقریر کر کے اپنی آواز تمام لوگوں تک پہنچا سکے۔ پس خدا نے جہاں اجتماع کے ذرائع بہم پہنچائے۔ وہاں

لوگوں تک آواز پہنچانے کا ذریعہ

بھی اس نے ایجاد کروا دیا۔ اور ہزاروں ہزار اور لاکھوں لاکھ شکر ہے اس پروردگار کا جس نے اس چھوٹی سی بستی میں جس کا چند سال پہلے کوئی نام بھی نہیں جانتا تھا۔ اپنے مامور کو مبعوث فرما کر اپنے وعدوں کے مطابق اسکو ہر قسم کی سہولتوں سے متمتع فرمایا۔ یہاں تک کہ اب ہم اپنی اس مسجد میں بھی وہ آلات دیکھتے ہیں۔ جو لاہور میں بھی لوگوں کو عام طور پر میسر نہیں ہیں۔ آج اس آلہ کی وجہ سے اگر اس سے صحیح طور پر فائدہ اٹھایا جائے۔ تو ایک ہی وقت میں لاکھوں آدمیوں تک بسہولت آواز پہنچائی جا سکتی ہے۔ اور ابھی تو ابتداء ہے۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ کہ اس آلہ کی ترقی کہاں تک ہوگی۔ بالکل ممکن ہے۔ اس کو زیادہ وسعت دیکر ایسے ذرائع سے جو آج ہمارے علم میں بھی نہیں۔ میلوں میل یا سینکڑوں میل تک آوازیں پہنچائی جا سکیں۔

اور وائرلیس کے ذریعہ تو پہلے ہی ساری دنیا میں خبریں پہنچائی جاتی ہیں۔ پس اب وہ دن دور نہیں۔ کہ ایک شخص اپنی جگہ پر بیٹھا ہؤا

ساری دنیا میں درس تدریس

پر قادر ہو سکے گا۔ ابھی ہمارے حالات ہمیں اس بات کی اجازت نہیں دیتے۔ ابھی ہمارے پاس کافی سرمایہ نہیں۔ اور ابھی علمی دقتیں بھی ہمارے راستہ میں حائل ہیں۔ لیکن اگر یہ تمام دقتیں دور ہو جائیں۔ اور جس رنگ میں اللہ تعالیٰ ہمیں ترقی دے رہا ہے۔ اور جس سرعت سے ترقی دے رہا ہے۔ اس کو دیکھتے ہوئے سمجھنا چاہیئے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے قریب زمانہ میں ہی یہ تمام دقتیں دور ہو جائیں گی۔ تو بالکل ممکن ہے۔ کہ قادیان میں قرآن اور حدیث کا درس دیا جا رہا ہو۔ اور جاوا کے لوگ اور امریکہ کے لوگ اور انگلستان کے لوگ اور فرانس کے لوگ اور جرمن کے لوگ اور آسٹریا کے لوگ اور ہنگری کے لوگ اور عرب کے لوگ اور مصر کے لوگ اور ایران کے لوگ اور اسی طرح اور تمام ممالک کے لوگ اپنی اپنی جگہ وائرلیس کے سٹ لئے ہوئے وہ درس سن رہے ہوں یہ نظارہ

کیا ہی شاندار نظارہ

ہوگا۔ اور کتنے ہی عالیشان انقلاب کی یہ تمہید ہوگی۔ کہ جس کا تصور کر کے بھی آج ہمارے دل مسرت و انبساط سے لبریز ہو جاتے ہیں اس کے بعد میں آج اس آلہ کے لگائے جانے کی تقریب کے موقعہ پر سب سے بہتر مضمون یہی سمجھتا ہوں۔ کہ میں

شرک کے متعلق

کچھ بیان کروں۔ کیونکہ یہ آلہ بھی شرک کے موجبات میں سے بعض کو توڑنے کا باعث ہے۔ جو لوگ خدا تعالیٰ کی توحید کے قائل نہیں۔ یا جو لوگ بعض اور ذرائع کو بیچ میں لانا چاہتے ہیں۔ ان کے اس عقیدہ کی بنیاد اس امر پر ہے۔ کہ ان کا دماغ یہ تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ کہ ایک ہستی ایسی بھی ہے۔ جو سب دنیا کو دیکھ رہی اور سب لوگوں کی آوازوں کو سن رہی ہے۔ پس وہ خیال کرتے تھے۔ کہ بعض ایسے درمیانی واسطوں کی ضرورت ہے۔ جن میں خدائی طاقتیں تقسیم ہوں۔ اور جو اپنی اپنی جگہ اسکی طاقتوں کو استعمال کر رہے ہوں۔ اسلامی فلاسفروں نے بھی اسی مقام پر آ کر دھوکا کھایا ہے۔ اور یورپین فلاسفر بھی اس دھوکا کا شکار ہو گئے۔ اور اسکی بڑی وجہ یہ تھی۔ کہ وہ خدا تعالیٰ کی طاقتوں کا اندازہ اپنی طاقتوں کے لحاظ سے کرتے۔ اسی لئے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ وما قدروا اللہ حق قدرہٖ ان لوگوں نے

خدا تعالیٰ کی طاقتوں کا صحیح اندازہ

نہیں لگایا۔ بلکہ انسانی طاقتوں پر خدا تعالیٰ کی طاقتوں کا قیاس کر لیا۔ جب انہوں نے دیکھا۔ کہ انسان جب ایک طرف نگاہ کرتے ہیں۔ تو دوسری طرف کی چیزیں انہیں نظر نہیں آتیں۔ تو انہوں نے خیال کر لیا۔ کہ خدا تعالیٰ کی نظر بھی محدود ہے۔ پھر جب انسانوں نے دیکھا۔ کہ ہم ہر جگہ کی آواز ایک وقت میں نہیں سن سکتے۔ تو خیال کر لیا۔ کہ خدا تعالیٰ بھی ہر جگہ کی آواز ایک وقت میں نہیں سن سکتا۔

غرض انسانی طاقتوں پر خدائی طاقتوں کا جب انہوں نے قیاس کیا۔ تو انہیں ضرورت محسوس ہوئی۔ کہ خدا تعالیٰ کے بعض شریک مقرر کریں۔ اسی خیال کے نتیجہ میں فلسفیوں کا یہ عقیدہ تھا۔ کہ

اللہ کو کلی علم ہے۔ جزئی نہیں

یعنی اسے یہ تو پتہ ہے۔ کہ انسان روٹی کھایا کرتا ہے۔ مگر اسے یہ پتہ نہیں۔ کہ زید اس وقت روٹی کھا رہا ہے۔ اسے یہ تو علم ہے۔ کہ انسانوں کے گھر میں بچے پیدا ہؤا کرتے ہیں۔ مگر اسے یہ علم نہیں کہ اس وقت زید یا بکر کے گھر میں بچہ پیدا ہو رہا ہے۔ مسلمانوں میں اس نہایت ہی گندے اور خبیث عقیدہ کو رائج کرنے والا ابن رشد ہسپانوی ہؤا ہے۔ اس کی ذات عجیب قسم کے متضاد خیالات کا مجموعہ تھی۔ یہ بڑا فقیہہ بھی تھا۔ اور اس نے فقہ کے متعلق بعض اچھی اچھی کتابیں لکھی ہیں۔ پھر قاضی بھی تھا۔ اور ایک وسیع علاقہ پر اسکو قضا کا اختیار تھا۔ گویا ایک قسم کا چیف جج تھا۔ پھر نمازیں بھی ادا کر لیا کرتا تھا۔ بلکہ جب اس کے خلاف اسلام عقائد کی وجہ سے بادشاہ نے اسے عہدۂ قضا سے برطرف کر دیا۔ اور مسلمانوں میں اس کے خلاف جوش پیدا ہؤا۔ تو اس وقت اسے جو تکالیف پہنچیں۔ ان تکالیف کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ کہ اور تکالیف کا مجھے اتنا رنج نہیں جتنا مجھے اس بات کا ہے۔ کہ میں جمعہ کے دن مسجد میں نماز پڑھنے گیا۔ تو لوگوں نے مجھے

مسجد سے نکال دیا

جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کو صرف رسمی نماز کی عادت نہیں تھی۔ بلکہ وہ واقعی نماز کی اہمیت کو سمجھتا تھا۔ اب ایک طرف نماز کی اہمیت کو سمجھنا جس میں ہر شخص کو براہِ راست خدا تعالیٰ سے تعلق ہوتا ہے۔ اور جس کے معنے یہ ہوتے ہیں۔ کہ انسان یہ اقرار کرتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ ہر فرد کی آواز سنتا ہے۔ اور دوسری طرف یہ کہنا۔ کہ خدا تعالیٰ کو کلی علم ہے جزئی علم نہیں۔ اتنی متضاد باتیں ہیں۔ کہ انہیں دیکھکر حیرت آتی ہے۔ اور دونوں میں سے ایک بات ضرور بناوٹ معلوم ہوتی ہے۔ مگر عجیب بات یہ ہے۔ کہ یہ دونوں باتیں اسکی اپنی کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔ اگر اسکی اپنی کتابوں میں یہ باتیں موجود نہ ہوتیں۔ تو ہم سمجھتے۔ کہ ابن رشد کی طرف جو فلسفہ منسوب کیا جاتا ہے۔ وہ غلط ہے۔ مگر

ابن رشد کا فلسفہ

بھی اسکی اپنی کتابوں میں پایا جاتا ہے۔ اور دینداری کی باتیں بھی اسکی اپنی کتابوں میں موجود ہیں۔ اور اسکی فقہ کی کتابیں آج تک مسلمانوں میں پڑھائی جاتی ہیں۔

غرض وہ متضاد خیالات کا مجموعہ تھا۔ اور اسی کا یہ فلسفہ تھا۔ کہ خدا تعالیٰ کو مخلوق کا کلی علم ہے۔ جزئی نہیں۔ یورپ کے موجودہ فلسفہ پر اس کے فلسفہ کا نہایت گہرا اثر ہے خیال کیا جاتا ہے۔ کہ اس کا دادا یہودی سے مسلمان ہؤا تھا۔ اور سپین اور فرانس کے یہودی علماء قومی تعلق کی وجہ سے اسکی کتابوں کا بہت درس دیا کرتے تھے۔ اور چونکہ ابتداء میں علوم جدیدہ کا رواج ہسپانیہ کے یہودیوں اور عیسائیوں کے ذریعہ سے ہؤا ہے۔ اس لئے سارے سپین میں اسکی کتابیں پڑھائی جاتی تھیں۔ اور سو سال قبل تک بھی یورپ کی یونیورسٹیوں میں اسکی کتابیں پڑھائی جاتی رہی ہیں۔ اس لئے موجودہ فلسفہ بہت حد تک اس کے خیالات سے متاثر ہے۔

غرض یہ خیال کہ خدا تعالیٰ ہر ایک چیز کو نہیں جانتا۔ اسکی بنیاد اسی امر پر ہے۔ کہ انسان اپنی محدود طاقتوں سے خدا تعالیٰ کی طاقتوں کا اندازہ لگاتا ہے۔ اور خیال کرتا ہے۔ کہ جب انسان ہر چیز کو نہیں دیکھ سکتا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جب انسان تمام دنیا کی آوازوں کو نہیں سن سکتا۔ تو خدا کس طرح تمام چیزوں کو دیکھ سکتا اور تمام آوازوں کو سن سکتا ہے۔ اور اس طرح وہ سمجھتا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کا علم اور خدا تعالےٰ کا دیکھنا اور خدا تعالےٰ کا سننا سب انسانوں کی طرح ہے۔ اور جس طرح انسان کو درمیانی واسطوں کی ضرورت ہے۔ اسی طرح خدا تعالےٰ کو بھی درمیانی واسطوں کی ضرورت ہے۔ مگر آج دیکھو۔ وہ کمزور انسان جو

خدا تعالیٰ کی طاقتوں کو گرا رہے تھے

انہیں خدا نے کہا۔ تم تو ہماری طاقتوں کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔ آؤ میں تمہاری اپنی طاقتوں کو ابھارتا۔ اور تمہیں بتاتا ہوں۔ کہ تم اپنی آواز کو کہاں کہاں تک پہنچا سکتے ہو۔ اور تم کتنے دور دور مقام کی آواز بخوبی سن سکتے ہو۔ چنانچہ اس نے وائرلیس ایجاد کروا کے بتا دیا۔ کہ جب تمہارے جیسی ذلیل۔ ناپاک اور حقیر ہستی ساری دنیا کی آوازیں وائرلیس کے ذریعہ سن سکتی اور ساری دنیا میں اپنی آواز پہنچا سکتی ہے۔ تو کیا وہ خدا جو تم کو پیدا کرنے والا ہے۔ وہ تمہاری آوازیں نہیں سن سکتا۔ پس اسی فلسفہ کی تعلیم کے نتیجہ میں جن علوم نے ترقی کی۔ آج ان علوم کے ذریعہ جب انگلستان کا ایک ڈوم۔ یا مراثی۔ یا ایک گانے والی کنچنی جب ساری دنیا میں اپنی آواز پہنچا رہی ہوتی ہے۔ تو فضا کی ہر حرکت اور آواز کی ہر جنبش یورپ کے فلسفیوں پر قہقہے لگا رہی ہوتی ہے۔ اور کہتی ہے۔ کم بختو اب بتاؤ۔

کیا خدا ساری دنیا کی آوازیں نہیں سن سکتا

اسی طرح اب دوربینیں نکل چکی ہیں۔ جن سے دور دور کی چیزیں دیکھی جا سکتی ہیں۔ اور اب تو وائرلیس نے ترقی کرتے کرتے یہ صورت اختیار کر لی ہے۔ کہ شکلیں بھی دور دور تک دکھا دی جاتی ہیں۔ اور امید کی جاتی ہے۔ کہ قریب زمانہ میں جرمن میں بیٹھا ہوا شخص جب انگلستان کے ایک شخص سے گفتگو کر رہا ہوگا۔ تو نہ صرف اس کے الفاظ وہاں پہنچیں گے۔ بلکہ ساتھ ہی اسکی تصویر بھی آجائیگی۔ اور یوں معلوم ہوگا۔ گویا آمنے سامنے بیٹھ کر دونوں گفتگو کر رہے ہیں۔ اس وقت بھی یورپ کے بعض ممالک میں ریڈیو کی ایک دوسری قسم عمل کر رہی ہے۔ جس میں آواز کے ساتھ وہاں کا نظارہ بھی آجاتا ہے۔ مگر ابھی اس کا دائرۂ عمل محدود ہے۔ سو میل سے زیادہ ایسا نہیں کر سکتے۔ اس ایجاد کے متعلق خیال کیا جاتا ہے۔ کہ جب ترقی کر جائیگی۔ تو دنیا بھر میں

آواز کے ساتھ نظارے اور تصویریں

بھی ایک ہی ساتھ پہنچائی جا سکیں گی۔ مثلاً انگلستان میں کوئی شاہی جلوس نکلا یا ولایت میں تاجپوشی کی تقریب ہوئی۔ تو نہ صرف ہندوستان کے لوگ وہاں کے لوگوں کی آوازیں سن سکیں گے۔ بلکہ ساتھ کے ساتھ نظارہ بھی دیکھتے جائیں گے۔ اور انہیں یوں معلوم ہوگا۔ کہ گویا وہ لنڈن میں موجود ہیں۔ بادشاہ گذر رہا ہے۔ اور اس کے ساتھ فلاں فلاں تزک و احتشام کا سامان ہے۔ اس کے متعلق وہاں تجربے شروع ہوگئے ہیں۔ اور پچاس سو میل کے اندر اس قسم کے نظارے دکھائے جانے شروع ہوگئے ہیں۔ گویا آواز کے ساتھ نظارہ کا انتقال بھی شروع ہوگیا ہے۔ اور آئندہ ہندوستان یا چین یا جاپان میں بیٹھا ہوا شخص نہ صرف انگلستان کے لوگوں کی آوازیں سنیگا بلکہ وہاں کے نظارے بھی دیکھ سکے گا۔ وہ نہ صرف یہ سنے گا۔ کہ فلاں شخص لیکچر دے رہا ہے۔ بلکہ اس شخص کو اور اس کے اردگرد بیٹھنے والوں کو بھی دیکھتا جائیگا۔ اور دنیا تھوڑے ہی عرصے میں اس قابل ہوجائیگی۔ کہ نہ صرف لوگوں کی آوازیں سنے۔ بلکہ ان کی شکلیں بھی دیکھے۔ اور ان کی حرکات کا بھی مشاہدہ کرے۔ پھر ٹیلیفون پر بھی اس قسم کے تجربے شروع ہوگئے ہیں۔ کہ جب کوئی دو شخص ٹیلیفون پر آپس میں گفتگو کرنے لگیں۔ تو معًا ان دونوں کی شکلیں بھی ایک دوسرے کے سامنے آجائیں۔ جب اسمیں کامیابی ہوجائیگی۔ تو اگر ایک شخص شملہ میں یا دہلی میں یا کلکتہ میں بیٹھا ہوا قادیان کے ایک شخص سے گفتگو کرے گا۔ تو ادھر وہ بات شروع کریں گے۔ اور ادھر وہ ایک دوسرے کی شکل بھی دیکھنے لگ جائیں گے۔ اور انہیں اسی طرح معلوم ہوگا۔ جس طرح وہ دونوں پاس پاس بیٹھے باتیں کر رہے ہیں۔ تو وہ جو واہمہ پیدا ہوگیا تھا۔ کہ خدا کس طرح ساری دنیا کو دیکھ سکتا ہے۔ اور کس طرح ساری دنیا کی آوازیں سن سکتا ہے۔ اس ترقی نے اسے دور کر دیا۔ اور بتا دیا۔ کہ جب معمولی انسان میں بھی اللہ تعالیٰ نے ایسی قابلیت رکھی ہے۔ کہ وہ اپنی آواز تمام دنیا کو سنا سکتا اور دنیا کے دوسرے کنارے کے آدمی کی بات کو بآسانی سن سکتا ہے اور نہ صرف آواز سن سکتا ہے بلکہ اسکی شکل بھی دیکھ سکتا ہے۔ تو کیا خدائے ذوالجلال والقدرت جس کے ہاتھ میں سب کچھ ہے۔ وہ ہر چیز کو نہیں دیکھ سکتا۔ اور ہر شخص کی آواز نہیں سن سکتا۔ اور جب وہ ہر چیز کو دیکھتا اور ہر شخص کی آواز سنتا ہے۔ تو اس کے لئے کسی اور مددگار خدا کی کیا ضرورت رہی۔ وہ اکیلا ہی ساری دنیا پر حاوی ہے۔ اور اکیلا ہی سب پر حکومت کر رہا ہے۔ پس نشر الصوت کے آلہ نے

شرک کے عقیدہ پر ایک کاری ضرب

لگائی ہے۔ خصوصًا اس شرک کے عقیدہ پر جو فلسفیوں کا پیدا کردہ ہے۔ اور وہی درحقیقت علمی شرک ہے۔ اور اس طرح وائرلیس اور لاؤڈ سپیکر نے خدا تعالےٰ کی طاقتوں کو محدود کرنیوالے عقائد کو باطل کر کے رکھ دیا ہے۔ پس اس زمانہ میں جبکہ خدا تعالےٰ نے اپنے فضل سے ایسے سامان پیدا کر دئیے ہیں۔ جن سے خدا تعالےٰ کی توحید دنیا میں قائم ہو رہی ہے۔ مومن پر جو ان زمانوں میں بھی موحد کہلاتا تھا۔ جبکہ انسان کی عقل ابھی پورے طور پر تیز نہیں تھی۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کی ان صفات کو نہیں سمجھ سکتا تھا۔ بہت بڑی ذمہ واری عاید ہوتی ہے۔ ہم سے پہلوں نے اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان رکھا جبکہ ان کے سامنے اسکی توحید کو ثابت کرنیوالے وہ سامان نہ تھے۔ جو آج ہمارے سامنے ہیں۔ جبکہ وہ انسان کی طاقتوں کو نہایت ہی محدود دیکھتے تھے۔ مگر آج ایتھر نے اور وائرلیس نے اور خوردبینوں نے اور دوربینوں نے انسان پر یہ بات ثابت کر دی ہے۔ کہ انسان جو ایک عاجز مخلوق ہے۔ جسکی طاقتیں محدود ہیں۔ جب ایک جگہ پر بیٹھا ہوا ساری دنیا میں اپنی آواز پہنچا سکتا ہے۔ تو خدا تعالیٰ کی طاقت اور قوت محدود کس طرح ہوگئی۔ پس اس زمانہ میں ہماری ذمہ واری بہت زیادہ ہے۔ اور ہمارے فرائض نہایت نازک ہیں۔ مگر افسوس ان پر جو دیکھتے ہوئے نہیں دیکھتے اور سنتے ہوئے نہیں سنتے۔ خدا تعالیٰ کا ایک نبی ہم میں آیا۔ اس کا ایک رسول ہم میں مبعوث ہوا۔ اور اس کا ایک مامور ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ مگر ابھی کچھ اندھے ایسے موجود ہیں۔ جو

خدا تعالےٰ پر توکل کرنے کی بجائے انسانوں پر بھروسہ

رکھتے ہیں۔ اور اس طرح اپنے عمل سے یہ ثابت کرتے ہیں۔ کہ وہ حقیقتًا خدا تعالےٰ کے وحدہٗ لاشریک ہونے پر ایمان نہیں رکھتے۔ مجھے افسوس ہے۔ کہ ابھی ہماری جماعت میں بھی ایک طبقہ ایسا ہے۔ جس کی نگاہیں انسانوں پر اٹھتی ہیں۔ جس کی نگاہیں اسباب پر جاتی ہیں اور جو انسانی طاقتوں اور قوتوں پر ہی بھروسہ رکھتے ہیں۔ اور جب بھی انہیں کوئی کام کرنا پڑتا ہے۔ وہ انسانی طاقتوں میں الجھ کر رہ جاتے اور خدا تعلےٰ کی طاقتوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔

اس طرح وہ باوجود ایمان لانے کے بے ایمان رہتے ہیں۔ باوجود توحید کا دعویٰ کرنے کے شرک کی غاروں میں گرے رہتے ہیں۔ حالانکہ دنیا میں کوئی بھی نبی ایسا نہیں آیا۔ جس نے تمام اصلاحوں کے ساتھ ساتھ

شرک کو دور کرنے کی کوشش

نہ کی ہو۔ حضرت آدمؑ آئے۔ اور اپنے زمانہ کے لحاظ سے وہ کئی متقاصدے کر آئے۔ انہوں نے دنیا کو متمدن بنایا۔ اور نظام کی پابندی کی عادت ڈالی۔ مگر توحید کو انہوں نے بھی قائم کیا۔ پھر حضرت نوحؑ آئے۔ تو اسوقت انسانی دماغ اور زیادہ ترقی کر چکا تھا۔ اور اس نے صفات الٰہیہ کا ادراک کرنا شروع کر دیا تھا۔ اور اس فکر میں ٹھوکر کھا کر اس نے شرک کا عقیدہ اخذ کر لیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے بھی اپنی تعلیم میں توحید کی تعلیم کے علاوہ شرک کے خلاف بے انتہا زور دیا۔ اور روحانیت کی باریک راہیں بنی نوع انسان کو سکھائیں۔ پھر حضرت ابراہیمؑ آئے۔ تو گو انہوں نے اور اصلاحات بھی کیں مگر شرک کے باریک حصوں کا انہوں نے بھی رد کیا۔ کیونکہ آپ کے زمانہ میں شرک ایک فلسفی مضمون بن گیا تھا۔ اور عقلوں پر فلسفہ کا غلبہ شروع ہوگیا تھا۔ پھر موسیٰ علیہ السلام آئے تو وہ ایک ایسا تفصیلی ہدایت نامہ لائے۔ جس کا تعلق سیاست۔ روحانیت اور تمدن تینوں سے تھا۔ مگر توحید کی اہمیت انہوں نے بھی بتائی۔ اور شرک سے بچنے کی لوگوں کو تعلیم دی۔ پھر حضرت عیسےٰ آئے۔ تو انہوں نے شریعت کی ظاہری پابندی کو قائم رکھتے ہوئے حقیقت کی طرف لوگوں کو توجہ دلائی۔ اور فرمایا۔ کہ ظاہری پابندی تمہیں باطن کی اصلاح سے مستغنی نہیں کر سکتی۔ چنانچہ آپنے ایک طرف جہاں موسوی احکام کو اپنی اصل شکل میں قائم کیا۔ وہاں جو لوگ قشر کی اتباع کرنیوالے تھے۔ انہیں بتایا۔ کہ اس ظاہر کا ایک باطن ہی اور اگر اسکا خیال نہ رکھا جائے۔ تو ظاہر لعنت بن جاتا ہے۔ مگر اسکے ساتھ آپ نے شرک کو نہیں بھلایا۔ اور اس سے بچنے کی لوگوں کو ہمیشہ نصیحت کی۔ پھر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم آئے۔ اور آپنے دنیا جہان کے مسئلے بیان کئے۔ آپنے انسانوں کے آپس کے تعلقات پر روشنی ڈالی۔ آپ نے انسانوں کے اس تعلق پر روشنی ڈالی۔ جو اسکا خدا سے ہوتا ہے۔ آپنے مردوں کے حقوق بیان کئے۔ آپنے عورتوں کے حقوق بیان کئے۔ آپنے بادشاہوں کے حقوق بیان کئے۔ آپنے رعایا کے حقوق بیان کئے۔ آپ نے آقا کے حقوق بیان کئے۔ آپنے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ذکر کے حقوق بیان کئے۔ اسی طرح آپ نے وراثت کے مسئلے بیان کئے۔ تمدن کے مسئلے بیان کئے۔ معاشرت کے مسئلے بیان کئے۔ معاش کے مسئلے بیان کئے۔ غرض تمام مسائل آپ نے بیان کئے۔ مگر سب سے بلند اور سب سے بالا آپ کی تعلیم میں بھی یہی بات تھی کہ اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ۔ میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ خدا تعالےٰ کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ پس یہ مسئلہ

سارے مسئلوں کی جان

ہے۔ یہ مسئلہ سارے مسئلوں کی روح ہے یہ مسئلہ سارے مسئلوں کا مغز ہے۔ اور باقی جو کچھ ہے۔ وہ قشر ہے۔ وہ چھلکے ہیں۔ وہ لوازمات ہیں۔ وہ ضمنی چیزیں ہیں۔ اصل جان۔ اور روح اور مغز اور حقیقت توحید کا ہی مسئلہ ہے۔ کیونکہ توحید ہی ہے۔ جو خدا اور انسان میں محبت پیدا کرتی ہے۔ اور جب تک یہ نہ ہو۔ انسان کا ایمان کامل نہیں ہو سکتا۔ جب تک انسان کی نظر کسی اور طرف بھی اٹھتی رہتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے۔ کہ اس نے خدا تعالےٰ کا کامل حسن نہیں دیکھا۔ کیونکہ

حسن کامل کی علامت

یہ ہوتی ہے۔ کہ انسان کی نظر اسکو دیکھکر کسی اور طرف نہیں اٹھتی۔ جب تک دنیا میں تمہیں اور بھی حسین نظر آئیں گے۔ تم کبھی ادھر دیکھو گے کبھی ادھر۔ مگر جب تمہیں ایک ایسا حسین نظر آ جائے گا۔ جو اپنے حسن میں کامل ہوگا۔ تو پھر تمہاری نظریں وہیں جم جائیں گی۔ اور کسی دوسرے کی طرف نہیں اٹھیں گی۔ یہی معنے توحید کے ہیں۔ یعنی مومن کو اللہ تعالےٰ کا حسن ایسے کامل رنگ میں نظر آ جائے۔ کہ اس کے بعد خواہ دنیا جہان کی خوبصورت چیزیں اس کے سامنے پیش کی جائیں۔ وہ نفرت اور حقارت سے انہیں ٹھکرا دے اور اور کہے۔ کہ مجھے جو کچھ ملنا تھا۔ مل گیا۔ مجھے کسی اور کی جستجو نہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے کھانے کا بھی محتاج بنایا ہے اور پینے کا بھی۔ سونے کا بھی اور جاگنے کا بھی۔ لیٹنے کا بھی اور چلنے پھرنے کا بھی۔ اور پھر اللہ تعالےٰ نے اس کے ہاتھوں اور پاؤں اور دوسرے تمام اعضاء میں لذت اور سرور کی ایک حس رکھدی ہے۔ چنانچہ اسکی زبان۔ اس کے کان۔ اس کے ہاتھ۔ اور اس کے پاؤں اور اس کے جسم کے ہر حصہ میں خدا تعالےٰ نے لذت اور سرور کی حس رکھی ہوئی ہے۔ اور ان حصوں کے ذریعہ ہی وہ لاکھوں کروڑوں چیزوں سے لطف اندوز ہوتا اور آرام حاصل کرتا ہے۔ مگر توحید کا مقام یہ ہے۔ کہ مومن ان ساری چیزوں کے باوجود

خدا تعالیٰ کی محبت میں سرشار

رہتا ہے۔ اور یہ مزے اور آرام اسے اللہ تعالیٰ کی محبت سے غافل نہیں کر سکتے۔ اور اگر ہم غور کریں۔ تو حقیقتاً یہ تمام مزے۔ اور لذتیں۔ اور آرام اسی لئے نہیں۔ کہ یہ حقیقی لذتیں۔ اور حقیقی آرام ہیں۔ بلکہ اسی لئے ہیں۔ کہ یہ ہمارے لئے ایک امتحان اور آزمائش کا ذریعہ ہیں۔ خدا ہمارے لئے دنیا میں مزے دار چیزیں پیدا کرتا ہے۔ اور ہماری زبان میں اس مزے کے چکھنے کی طاقت رکھتا ہے۔ اور پھر کہتا ہے۔ اب میں دیکھونگا۔ تم اس مزے میں ہی محو ہو جاتے ہو یا میری محبت کا بھی کچھ خیال رکھتے ہو۔ وہ دنیا میں حسین ترین نظارے۔ اور حسین ترین شکلیں پیدا کرتا ہے۔ اور انسان کو آنکھیں دیتا ہے۔ کہ وہ ان حسنوں کو دیکھے۔ اور ان سے لذت حاصل کرے۔ اور پھر کہتا ہے۔ اب میں دیکھوں گا۔ کہ ان حسنوں کو دیکھکر بھی تمہیں میری محبت یاد رہتی ہے یا نہیں۔ ایک نابینا اگر کہتا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کے سوا مجھے کوئی حسین نظر نہیں آتا۔ تو اسکی یہ تعریف کوئی زیادہ قیمت نہیں رکھتی۔ کیونکہ اس نے کب دنیا کے حسین دیکھے۔ کہ ان کو دیکھنے کے بعد وہ خدا تعالیٰ کی محبت کو نہ بھولا۔ ایک بہرا اگر کہتا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کی اس آواز سے بڑھ کر مجھے اور کوئی شیریں آواز معلوم نہیں ہوتی۔ جو محمد صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے ذریعہ بلند ہوئی۔ تو اسکی یہ تعریف کوئی زیادہ قیمت نہیں رکھتی۔ کیونکہ کب اس نے دنیا کی دلکش آوازیں سنیں۔ کہ ان کے سننے کے باوجود وہ خدا تعالےٰ کی آواز کا عاشق رہا۔ اگر وہ شخص جس کی زبان مفلوج ہے۔ اور جو میٹھے۔ کھٹے۔ اور چٹپٹے کا فرق محسوس نہیں کرتی۔ یہ کہتا ہے۔ کہ مجھے حلال کھانے سے زیادہ اور کسی میں مزا محسوس نہیں ہوتا تو اسکی یہ تعریف کوئی زیادہ قیمت نہیں رکھتی۔ مگر وہ جس کی زبان ذائقہ کو خوب پہچانتی ہے۔ وہ اگر یہ کہتا ہے۔ کہ مجھے حلال کھانے سے زیادہ اور کسی میں مزہ نہیں آتا۔ اور خدا تعالےٰ کی باتوں سے زیادہ حلاوت مجھے اور کسی چیز میں معلوم نہیں ہوتی۔ تو وہی کامل موحد ہے۔ اور اسی کی تعریف

صحیح تعریف کہلانے کی مستحق

ہے۔ اسی طرح اگر کسی کے کان درست ہیں۔ اور وہ لوگوں کی سریلی اور دلکش آوازیں سنتے ہیں۔ مگر باوجود اس کے وہ کہتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کی وہ آواز جو مجھے اسکے کلام سے آتی ہے۔ وہی سریلی اور وہی دلکش معلوم ہوتی ہے۔ تو وہی ہے۔ جس کی محبت کامل ہے۔ اسی طرح وہ شخص جسکی آنکھیں دنیا کے تمام حسین نظارے دیکھتی ہیں۔ وہ اگر تمام خوبصورتی اور حسن دیکھنے کے باوجود خدا تعالیٰ کی باتوں اور اس کے کلام میں ہی حسن پاتا ہے۔ تو ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ اس کے دل میں خدا تعالیٰ کی حقیقی محبت ہے۔ پس اللہ تعالےٰ نے ساری چیزیں پیدا کیں۔ تا وہ دیکھے۔ کہ ان کے ہوتے ہوئے بندے اسکی خوبصورتی اور اس کے حسن کی کیا قدر کرتے ہیں۔ پس اگر خدا تعالےٰ نے حکم دیا ہے۔ کہ جاؤ اور دنیا کے کاموں میں مشغول ہو جاؤ۔ جاؤ اور شادیاں کرو۔ اور بچے پیدا کرو۔ جاؤ اور پیشے کرو۔ جاؤ اور حلال اور طیب رزق کھاؤ۔ اسی طرح اگر اس نے سریلی اور دلکش آوازیں سننے کی اجازت دی ہے۔ عمدہ سے عمدہ خوشبوئیں سونگھنے سے نہیں روکا۔ اچھے نظاروں کے دیکھنے کی ممانعت نہیں کی۔ تو اسی لئے کہ وہ یہ دیکھنا چاہتا ہے۔ کہ ہم ان چیزوں کے حسن میں خدا تعالےٰ کا حسن کیونکر دیکھتے ہیں۔ اور یہ چیزیں ہمیں خدا تعالےٰ کے قریب کر دیتی ہیں۔ یا اس کے قرب کے راستہ سے دور پھینک دیتی ہیں۔ پس اے عزیزو

اپنے ایمان کی بنیاد توحید کامل پر رکھو

انسانوں سے اپنی نظریں ہٹالو۔ اور خدا اور صرف خدا پر اپنی نظریں رکھو۔ یاد رکھو۔ انبیاء کے ابتدائی زمانوں میں نبیوں کی جماعتوں سے بڑھکر مقہور ذلیل اور حقیر اور کوئی جماعت نہیں ہوتی۔ عالموں کی نظر میں۔ اور جاہلوں کی نظر میں۔ امیروں کی نظر میں۔ اور غریبوں کی نظر میں۔ بادشاہوں کی نظر میں اور رعایا کی نظر میں۔ فلاسفروں کی نظر میں اور کند ذہن اور بلید لوگوں کی نظر میں وہی سب سے زیادہ ذلیل اور حقیر ہوتے ہیں۔ اور صرف خدا ان کا دوست ہوتا ہے۔ پس ایسی حالت میں جبکہ وہ اپنا صرف ایک ہی دوست رکھتے ہوں۔ اگر اس سے بھی انکی نگاہیں ہٹ جائیں۔ اور اسکی بجائے انسانوں پر وہ بھروسہ کرنے لگیں۔ تو اس سے زیادہ ان کی بدقسمتی اور کیا ہو سکتی ہے۔

پس آؤ۔ کہ ہم خدا تعالےٰ پر توکل کریں۔ اور آؤ کہ ہم اپنے خدا کو اپنا مقصود قرار دیں۔ تا جس طرح ہماری زبانوں پر اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ ہے۔ اسی طرح ہمارے دلوں اور دماغوں پر بھی یہی نقش ہو کہ اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ۔

اس کے بعد میں

قادیان کی جماعت کو اور باہر کی جماعتوں کو

بھی اس امر کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ کہ اب تحریک جدید کے وعدوں کی میعاد میں بہت تھوڑا وقت رہ گیا ہے۔ نومبر کے آخر میں میں نے یہ تحریک کی تھی۔ اور اب جنوری ہے۔ گویا اس تحریک پر ڈیڑھ مہینہ کے قریب گذر چکا ہے۔ اور ہماری طرف سے جو میعاد مقرر ہے۔ اس میں بہت تھوڑے دن رہ گئے ہیں۔ ہندوستان کے لوگوں کے لئے سوائے بنگال اور مدراس کے کہ وہاں غیر زبانیں بولی جاتی ہیں۔ اور ان علاقوں میں اتنی جلد اس تحریک سے ہر شخص آگاہ نہیں ہو سکتا۔

۳۱ر جنوری آخری تاریخ ہے

لیکن چونکہ ایسا ہو سکتا ہے۔ کہ بعض دوست ۳۱ر جنوری کی شام کو اپنا وعدہ لکھوائیں۔ اور وہ خط یکم فروری کو ڈالا جائے۔ اس لئے جس خط پر یکم فروری کی مہر ہوگی۔ اسے بھی لے لیا جائیگا۔ لیکن اس کے بعد کوئی وعدہ قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور چونکہ اس میعاد میں اب بہت قلیل دن رہ گئے ہیں۔ اس لئے دوستوں کو بہت جلد وعدے لکھوا دینے چاہئیں۔ آج جنوری کی سات تاریخ ہے اور اس مہینہ کے ۲۴ دن رہتے ہیں۔ اور ۳۸-۳۹ دن پہلے گذر چکے ہیں۔ گویا ساٹھ فی صدی سے زیادہ وقت گزر چکا ہے۔ اور صرف چالیس فی صدی وقت باقی ہے۔ مجھے افسوس ہے۔ کہ اب تک اکثر جماعتوں نے اپنے وعدے نہیں بھجوائے۔ اور ان جماعتوں میں بعض بڑی بڑی جماعتیں بھی شامل ہیں۔ چند دن ہوئے۔ دفتر کی طرف سے جو رپورٹ مجھے ملی تھی۔ اس سے ظاہر ہوتا تھا۔ کہ

صرف تیس فی صدی جماعتوں کے وعدے

آئے ہیں۔ اور ستر فی صدی جماعتیں ابھی تک خاموش ہیں۔ قادیان میں سے اکثر وعدے اگرچہ آ چکے ہیں مگر پھر بھی تکمیل وعدے نہیں آئے۔ ابھی بعض محلے ایسے باقی ہیں۔ جنہوں نے پوری کوشش نہیں کی۔ اسی طرح لجنہ اماء اللہ نے بھی پوری کوشش کر کے عورتوں سے وعدے نہیں لکھوائے۔ لیکن پھر بھی ایک معقول رقم قادیان والوں کی طرف سے پیش ہو چکی ہے۔

جنہوں نے سستی کی ہے۔ اور ابھی تک اپنے وعدے نہیں بھجوائے۔ ان کو مستثنےٰ کرتے ہوئے جو وعدے آ چکے ہیں۔ اور جنہوں نے اس تحریک میں حصہ لیا ہے۔ انہوں نے خدا تعالیٰ کے فضل سے

اخلاص کا نہایت ہی اعلیٰ نمونہ

دکھایا ہے۔ چنانچہ بہت سی جماعتوں نے اپنے تیسرے سال کے وعدے سے بھی زیادہ چندہ دینے کا وعدہ کیا ہے۔ اور بہت سے افراد ایسے ہیں۔ جنہوں نے اپنے پہلے سال کے چندہ سے دوگنا بلکہ تگنا اور تیسرے سال سے بھی کچھ زیادہ چندہ دینے کا وعدہ کیا ہے۔ اس کے مقابلہ میں جو لوگ سابقون الاولون میں شامل نہیں ہو سکے۔ اور پیچھے رہ گئے ہیں۔ ان میں سے بعض کی حالت نمایاں طور پر قابلِ اعتراض ہے۔ چنانچہ بعض دوست اس دفعہ جلسہ پر آئے۔ اور انہوں نے بیان کیا۔ کہ ہمارے

سکرٹری اور پریذیڈنٹ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نے چونکہ خود چندہ نہیں دیا۔ اس لئے جب اس تحریک کا ان سے ذکر ہو۔ تو وہ کہہ دیتے ہیں۔ میاں یہ طوعی چندہ ہے۔ جس کی مرضی ہو۔ اس میں حصہ لے۔ اور جس کی مرضی ہو نہ لے۔ ایسے سکرٹریوں اور پریذیڈنٹوں کو دیکھتے ہوئے میں نے پہلے سے دوستوں کو ہوشیار کر دیا تھا اور بتا دیا تھا۔ کہ جب وہ اپنے کسی سکرٹری کو سست دیکھیں۔ تو اسکی جگہ کسی اور کو تحریک جدید کا سکرٹری مقرر کر لیں۔ اور اپنے سکرٹری یا پریذیڈنٹ کی غفلت اور سستی کی وجہ سے ثواب کے اس موقعہ کو نہ کھوئیں۔ پس جس جس جگہ کی جماعتوں کے سکرٹریوں نے اپنے فرائض کی طرف کما حقہٗ توجہ نہیں کی۔ انہیں چاہیئے کہ وہ اگر دیکھیں۔ کہ ان کے سکرٹری اپنے فرائض کی ادائیگی میں سستی کر رہے ہیں۔ تو ان کی بجائے کسی اور کو سکرٹری مقرر کر دیں۔ اور اگر ساری جماعت میں سے کوئی ایک ہی دوست ایسا ہے۔ جو چست ہے۔ تو وہی آگے آجائے۔ اور اپنے آپ کو پریذیڈنٹ اور سکرٹری تصور کر کے کام شروع کر دے۔ کیونکہ

خدا تعالےٰ کی دین

بعض دفعہ ایسے رنگ میں آتی ہے۔ کہ انسان کو اس کا علم بھی نہیں ہوتا۔ ممکن ہے۔ پہلے سکرٹری اور پریذیڈنٹ کو اللہ تعالےٰ ثواب سے محروم رکھنا چاہتا ہو۔ اور اب اس نئے شخص کو ثواب کا موقعہ دینا چاہتا ہو۔ پس وہ پیچھے نہ رہے۔ بلکہ آگے آئے۔ اور اپنے آپ کو خدا تعالےٰ کی مجلس کا سکرٹری سمجھ لے۔

میں نے پچھلے سالوں میں بتایا تھا۔ کہ

قربانی وہی ہے جو انتہا تک پہنچے

پس یہ مت خیال کرو۔ کہ فلاں شخص جس نے پہلے اتنا چندہ دیا تھا۔ اس نے چونکہ اس دفعہ چندہ نہیں لکھایا۔ اس لئے ہم بھی اسکی تقلید کریں۔ بہت لوگ بظاہر بڑے نیک ہوتے ہیں۔ مگر خدا تعالےٰ کی نگاہ میں وہ گر جانے والے ہوتے ہیں۔ اور بہت لوگ بظاہر کمزور اور بے حقیقت نظر آتے ہیں۔ مگر خدا تعالےٰ کی نظر میں وہ بڑے طاقتور ہوتے ہیں۔ پس ایسا نہ ہو۔ کہ تم کہو۔ جب فلاں شخص نے اس کام کو نہیں کیا۔ جو عہدہ دار ہے۔ تو ہم کیوں کریں۔ شاید خدا اب اسے گرانے کا ارادہ رکھتا ہو۔ اور تمہارے متعلق وہ یہ ارادہ رکھتا ہو۔ کہ تمہیں اٹھائے اور بلند کرے۔ پھر یہ امر اچھی طرح یاد رکھو۔ کہ قربانی وہی ہے۔ جو موت تک کی جاتی ہے۔ پس جو آخر تک ثابت قدم رہتا ہے۔ وہی ثواب بھی پاتا ہے۔ اگر کوئی کہے کہ پھر نئے دَور کو سات سال تک کیوں محدود رکھا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ قربانیاں کئی رنگ میں کرنی پڑتی ہیں۔ موجودہ سکیم کو میں نے سات سال کے لئے مقرر کیا ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ بعض پیشگوئیوں سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ

۱۹۴۲ء سے ۱۹۴۴ء تک کا زمانہ

ایسا ہے۔ جس تک سلسلہ احمدیہ کی بعض موجودہ مشکلات جاری رہیں گی۔ اس کے بعد اللہ تعالےٰ ایسے حالات بھی پیدا کر دے گا۔ کہ بعض قسم کے ابتلا دور ہو جائیں گے۔ اور اس وقت تک اللہ تعالےٰ کی طرف سے ایسے نشانات ظاہر ہو جائیں گے۔ کہ جن کے نتیجہ میں بعض مقامات کی تبلیغی روکیں دور ہو جائینگی۔ اور سلسلہ احمدیہ نہایت تیزی سے ترقی کرنے لگ جائیگا پس میں نے چاہا۔ کہ اس پیشگوئی کی جو آخری حد ہے۔ یعنی ۱۹۴۴ء اس وقت تک تحریک جدید کو لئے جاؤں۔ اور جماعت سے قربانیوں کا مطالبہ کرتا چلا جاؤں۔ تا آئندہ آنے والی مشکلات میں اسے ثبات حاصل ہو۔

پس آج میں پھر خصوصیت کے ساتھ تمام جماعتوں کو خواہ وہ بڑی جماعتیں ہیں۔ یا چھوٹی قریب کی جماعتیں ہیں۔ یا دور کی۔ توجہ دلاتا ہوں کہ جلد سے جلد وہ اپنی لسٹوں کو مکمل کر کے بھیجدیں۔ کیونکہ ہندوستان کی جماعتوں کے لئے جو آخری تاریخ مقرر ہے۔ اس میں اب بہت تھوڑے دن رہ گئے ہیں۔ اور کوشش کریں۔ کہ اگر وہ سابقون الاولون میں شامل نہیں ہو سکے۔ تو کم از کم پھڈی بھی نہ رہیں۔ اور اپنے اخلاص سے کام لیتے ہوئے قربانیوں میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کریں۔ کیا یہ افسوس کی بات نہیں۔ کہ ہندوستان سے باہر کی جماعتیں جن کو اپریل تک مہلت حاصل ہے۔ وہ تو اپنے وعدے بھجوا رہی ہیں۔ مگر ہندوستان کی کئی جماعتیں جو بغل میں بیٹھی ہوئی ہیں۔ وہ بالکل خاموش ہیں۔ اور انہوں نے وعدے بھجوانے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ اگر افریقہ کے لوگ اس قسم کی چستی دکھا سکتے ہیں۔ اور ایسی جگہوں سے اپنے وعدے اس عرصہ میں بھیج سکتے ہیں۔ جہاں سے خط بھی پندرہ بیس دن میں پہنچتا ہے۔ تو کیا یہ افسوس اور شکوہ کی بات نہ ہوگی۔ کہ پنجاب اور ہندوستان کی جماعتوں کے عہدیدار سستی دکھائیں۔ اور وہ خاموشی سے بیٹھے رہیں۔

اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ ۳۱ر جنوری ۳۸ء تک انہیں مہلت حاصل ہے۔ مگر اس میعاد کے ابتدائی وقت میں شامل ہونے کی بجائے آخری وقت شامل ہونے کی کوشش کرنا بھی کوئی اچھی علامت نہیں۔ بے شک بہت جلدی بھی اچھی نہیں ہوتی۔ اور ان لوگوں کو جو معمولی توجہ سے بیدار ہو سکتے ہیں۔ ترک کر دینا کوئی خوبی نہیں۔ مگر اس کے یہ معنے بھی نہیں۔ کہ انسان ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھا رہے۔ اور کہے۔ کہ ابھی کافی وقت ہے آخری تاریخ کو خط لکھ دیں گے۔

حیدرآباد کی جماعت

کافی دور ہے۔ مگر وہ بڑی جماعتوں میں سے ایک ہے۔ جنہوں نے بہت جلد اپنے وعدے بھجوا دیئے۔ بے شک اس میں بھی بعض کمزور ہیں۔ مگر ایسے بھی لوگ ہیں۔ جو قربانی کی حقیقت کو سمجھتے ہیں۔ اور وہاں سے جو چندہ آتا ہے۔ وہ مقدار کے لحاظ سے بڑی بڑی جماعتوں کے چندوں کے برابر ہوتا ہے۔ وہاں سے یہاں پانچ دن میں خط آتا ہے۔ لیکن میری اس تحریک کے دسویں بارھویں دن حیدرآباد کی جماعت کے وعدوں کا بہت سا حصہ پہنچ چکا تھا۔

نومبر کے آخر میں مَیں نے یہ تحریک کی تھی۔ اور ابھی اس تحریک پر دس بارہ روز نہیں گذرے تھے۔ کہ اس جماعت نے اپنے وعدوں کی لسٹ بھیج دی۔ جو بہت حد تک مکمل تھی۔ اور جو چند اور دوست باقی رہتے تھے۔ ان کی لسٹ ۱۵۔۲۰ر دسمبر تک پہنچ گئی۔ بلکہ پہلے انہوں نے بذریعہ تار اپنے وعدے بھجوائے۔ اور پھر تفصیلی فہرستیں بعد میں بھیجیں۔ ان کی اس سرگرمی اور اخلاص کا ہی یہ نتیجہ ہے۔ کہ پہلے سال انہوں نے چھتیس سو روپیہ داخل کیا تھا۔ مگر اس سال پہلے ۳۵ سو کی لسٹ بھیجی۔ اور اب تک چار ہزار کی لسٹ بھجوا چکے ہیں۔ اور ابھی کہہ رہے ہیں۔ کہ اور وعدے بھی بھجوائیں گے۔ تو اگر دور کی جماعتیں اس عرصہ میں کام کر سکتی تھیں۔ تو کیا وجہ ہے۔ کہ قریب کی جماعتیں فہرست مکمل نہ کر سکیں۔ اور اس خیال میں بیٹھی رہیں۔ کہ ابھی کافی وقت ہے۔

پس محض اس لئے سستی کرنا کہ ۳۱ر جنوری ۱۹۳۸ء تک ابھی کافی وقت ہے۔ ایک خطرناک علامت ہے۔ جس کا نتیجہ بعض دفعہ یہ نکلتا ہے۔ کہ انسان

آخری وقت میں بھی شامل نہیں ہو سکتا

اور ثواب حاصل کرنے سے محروم رہ جاتا ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں جو تین صحابی ایک جنگ سے پیچھے رہ گئے تھے۔ وہ اس لئے پیچھے رہے تھے۔ کہ پہلے وہ خیال کرتے رہے۔ کہ ابھی کافی وقت ہے۔ ہم تیاری کر لیں گے۔ مگر آخر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جہاد کے لئے چل پڑے۔ اور چونکہ ان کی تیاری مکمل نہیں تھی۔ اس لئے وہ محروم رہ گئے۔

پس میں دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں۔ کہ وہ ہوشیار ہو جائیں۔ اور اپنے اپنے وعدے جلد لکھ کر دفتر میں بھجوا دیں۔ اور جس جماعت کے دوست یہ سمجھتے ہوں۔ کہ ان کے سکرٹری سست ہیں۔ میں انہیں کہتا ہوں۔ کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے جو ثواب کے مواقع آتے ہیں۔ وہ سکرٹریوں اور پریذیڈنٹوں کے لئے نہیں ہوتے بلکہ ہر شخص کے لئے ہوتے ہیں۔

پس وہ اپنے آپ کو سلسلہ کے کاموں کا ذمہ دار سمجھتے ہوئے سکرٹری اور پریذیڈنٹ تصور کر لیں۔ اور کام شروع کر دیں۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک وہی سکرٹری اور وہی پریذیڈنٹ ہوں گے۔

پس تم دوسروں کے مونہوں کی طرف مت دیکھو۔ تم اپنی زبان کو خدا کی زبان اور اپنے ہاتھوں کو خدا کا ہاتھ سمجھو۔ تا اللہ تعالےٰ کی رحمت تم پر نازل ہو۔

مَیں اللہ تعالےٰ سے دعا کرتا ہوں۔ کہ وہ ہماری جماعت سے شرک کو کلی طور پر دور کر کے توحید کامل کا مقام ہمیں عطا کرے۔ ہمیں سچی قربانیوں کی توفیق دے۔ اور ہم میں سے ہر شخص کا حوصلہ اتنا بڑھائے۔ کہ وہ سمجھے کہ سلسلہ کی تمام ذمہ داریاں اسی پر ہیں۔ اور دوسروں کی سستی ہماری چستی کو دور کرنے والی نہ ہو۔ بلکہ ہماری چستی دوسروں کی سستی کو دور کرنے والی ہو۔ اَللّٰھُمَّ اٰمین۔ (الفضل)

المناک حادثہ

اخبار کی تمام کاپیاں لکھی جا چکی تھیں۔ کہ اچانک یہ سانحہ ہوش ربا اور حادثہ روح فرسا بذریعہ تار سنا گیا۔ کہ ۱۳ر جنوری کی درمیانی شب میں عزیز مرزا سعید احمد صاحب بی۔ اے جن کی عمر کا پچیسواں سال تھا۔ خلف مرزا عزیز احمد صاحب ایم اے بی سی۔ ایس کے بڑے صاحبزادے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پڑپوتے جو ۱۹۳۴ء کے آخر میں مزید تعلیم حاصل کرنے کیلئے لنڈن بھیجے گئے تھے۔ جہاں بی اے پاس کر کے بیرسٹری کی تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اکتوبر ۱۹۳۷ء میں بعارضہ سل مبتلا ہوئے۔ لنڈن کے مشہور ہسپتال برامپٹن میں داخل کرا کے انتہائی کوشش سے علاج کرایا۔ لیکن حالت اطمینان بخش نہ پائی گئی۔ آخر ۲ر جنوری کو مرحوم کے والد مرزا عزیز احمد صاحب ہوائی جہاز کے ذریعہ روانہ ہو کر ۱۰ر جنوری کو لنڈن پہنچ گئے۔ تاکہ ان کو ہندوستان لا سکیں۔ مگر مرحوم کی حالت گر چکی تھی۔ ہمیں اس صدمہ میں مرحوم کے والد بزرگوار صاحب اور کل خاندان سے دلی ہمدردی ہے۔ خدا مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام دے۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

احمدی مشن!

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت آپکے کام کے لحاظ سے

(از مولانا مولوی محمد یار صاحب مولوی فاضل مبشر انگلستان)

یہ ایک حقیقت اور صداقت ہے۔ کہ پیچھے آنے والے پہلے لوگوں کے تجارب اور واقعات سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اور اس طرح بہت سی ان ٹھوکروں سے جن کے باعث پہلوں نے لغزشیں کھائیں۔ محفوظ رہ کر نہ صرف ہر قسم کی تکالیف سے ہی بچ سکتے ہیں۔ بلکہ ان کے اچھے کاموں کی تقلید کرتے ہوئے بہت بڑی بڑی ترقیات حاصل کرنا بھی ان کے لئے نہایت آسان اور سہل ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ آج کے لوگ پہلوں سے بہت بڑھ کر ترقی یافتہ ہیں۔ علوم وفنون میں بڑھ رہے ہیں۔ صنعت وحرفت پہلے سے ترقی پر ہے۔ سفر وسیاحت میں آسانیاں ہیں۔ ایک ملک کی خبریں دوسرے دور دراز ملکوں میں چند لمحات کے اندر پہنچ جاتی ہیں۔ اور وہ تمام ذرائع مہیا ہیں۔ جن سے تمام ممالک کے لوگ ایک منتظم ملک کی حکومت کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں۔ غرضیکہ یہ تمام آسانیاں اور سہولتیں نتیجہ ہیں ان تدریجی تجارب کا جو آج سے پہلے مختلف وقتوں اور زمانوں میں ہوتے رہے۔ اور جن سے حال کے زمانہ کے لوگ فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

اس حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے اب آخری زمانہ میں جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کیا۔ تو لوگوں کے لئے آپ کی صداقت وراستبازی کا پرکھنا کوئی مشکل امر نہ تھا۔ کیونکہ آپکے دعویٰ سے پیشتر ہزارہا نبی خدا تعالےٰ نے بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے مبعوث کئے۔ ان کا انکار کیا گیا۔ مخالفت کی گئی۔ ان کے معجزات ونشانات پر اعتراضات کئے گئے۔ ان کی تعلیم کی اشاعت کو روکنے کے لئے ہر ممکن تدبیر عمل میں لائی گئی۔ لیکن آخر کار لوگوں کو تسلیم کرنا پڑا۔ کہ وہ صادق اور راستباز تھے۔ کیونکہ انبیاء کی بعثت سے جو اللہ تعالےٰ کا منشار ہے۔ کہ وہ خدا تعالےٰ کی محبت اور عرفان کو انسانوں کے قلوب میں راسخ کردیں۔ اسکو انہوں نے پورا کر دکھایا۔ اور وہی لوگ جو پہلے مادی دنیا کی محبت اور دنیوی عیش وعشرت میں سرشار تھے۔ ان انبیاء کی تعلیم پر چل کر وہ خود بھی پاک ومطہر ہو گئے۔ اور اپنے اندر خدا تعالےٰ کی صفات کا جلوہ دکھا کر دوسروں کی ہدایت اور راہنمائی کا موجب بھی ہوئے۔

پس موجودہ زمانہ کے لوگوں کے لئے جو پہلے انبیاء اور ان کے مخالفین کے حالات کو اچھی طرح جانتے ہیں یہ بالکل آسان تھا۔ کہ وہ باوجود آپ کی مخالفت کئے جانے کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آپ کے کام سے شناخت کرتے۔ اگر آپ نے پہلے انبیاء کی طرح بلکہ اکثر سے بڑھ کر روحانی دنیا میں ایک انقلاب نہ پیدا کر دیا ہوتا۔ تو بے شک آپ کو سچا اور راستباز تسلیم نہ کرتے۔ لیکن اگر آپ نے اس مقصد کو جس کے لئے اللہ تعالےٰ نے ہمیشہ سے مقدس ہستیوں کو چنا۔ بکمال درجہ پورا کر دیا۔ تو پھر آپ کی صداقت وراستبازی میں قطعاً کسی شبہ کی گنجائش ہی نہیں ہے۔

اس واضح حقیقت کے متعلق کہ انبیاء کی بعثت کی غرض بُرے کاموں سے بچا کر لوگوں کو ایسے راستہ پر چلانا ہے۔ جس سے وہ خدا تعالےٰ کے عرفان اور محبت کو حاصل کر سکیں۔ اور جس سے کسی مذہب کے پیرو کو انکار نہیں ہو سکتا۔ قرآن مجید مندرجہ ذیل آیات میں ہماری راہنمائی فرماتا ہے:۔

(۱) ولقد بعثنا في كل امة رسولاً ان اعبدوا الله واجتنبوا الطاغوت (نحل ۵۶) کہ ہم نے ہر ایک قوم میں اپنا رسول بھیجا۔ یہ تعلیم دے۔ کہ اے لوگو اللہ تعالیٰ کی ہی عبادت کرو۔ اور تمام ایسی ہستیوں سے الگ رہو۔ جو بُرے کاموں کی طرف مائل کرنے والی ہیں۔

(۲) الر كتاب انزلناه اليك لتخرج الناس من الظلمت الى النور (ابراہیم ع ۱) یعنی یہ کتاب قرآن مجید ہم نے تجھ پر اس غرض سے نازل کی ہے۔ کہ تو لوگوں کو ہر قسم کی تاریکیوں سے نکال کر عرفان الٰہی کے نور اور روشنی کی طرف لے آئے۔

(۳) محمد رسول الله والذين معه اشدآء على الكفار رحماء بينهم تراهم ركعا سجدا يبتغون فضلا من الله ورضوانا (الفتح ع ۴) کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لا کر جو لوگ آپ کے ساتھ ہو گئے ہیں۔ وہ نہ ماننے والوں کے بُرے خیالات سے متاثر نہیں ہوتے۔ اور آپس میں ایک دوسرے کی نصیحت قبول کرنے کے لئے نہایت نرم ہیں۔ ان کا حال یہ ہے۔ کہ وہ ہر وقت خدا تعالےٰ کے ارشادات کی تعمیل کے لئے جھکے رہتے ہیں۔ اور جو احکام مل چکے ہیں۔ ان میں فرمانبرداری کرتے اور خدا تعالےٰ کے فضل اور رضامندی کے متلاشی ہیں۔

اب اس عالمگیر اور نہایت واضح معیار کی بناء پر جب ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت جانچتے ہیں۔ تو روز روشن کی طرح ثابت ہو جاتا ہے۔ کہ آپ خدا تعالےٰ کی طرف سے سچے فرستادہ اور رسول تھے۔ آپ ایک ایسے زمانہ میں مبعوث ہوئے۔ جبکہ تمام مذاہب کے لوگ اپنے مصلحین کی تعلیمات کو پس پشت ڈال چکے تھے۔ نام کے طور پر تمام مذاہب موجود تھے۔ لیکن حقیقت اور اصلیت سے کوسوں دور تھے۔ لوگ صرف آبائی تقلید کی وجہ سے کسی مذہب کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتے تھے۔ ورنہ اپنے عمل سے بیزاری کا اظہار کر چکے تھے۔ یہ حال صرف دوسرے مذاہب کے پیرووں کا ہی نہیں تھا۔ مسلمان کہلانے والے بھی اس پاکیزہ مذہب کی تعلیمات سے منہ پھیر چکے تھے جس کی تعلیم پر عمل کرنا ہی دینی ودنیوی ترقیات کا موجب ہے۔ اسلام پر جو ہر طرف سے بے جا حملے کئے گئے۔ وہ اور بھی مسلمانوں کے لئے ہلاکت کا باعث ثابت ہوئے۔ کیونکہ جب ان اعتراضات کا جواب ظاہر پرست علماء سے کوئی نہ بن پڑا۔ تو ہزاروں مسلمان اس فطرتی مذہب کو خیرباد کہہ گئے۔ مسلمانوں کی عملی حالت اگر زیادہ نہیں۔ تو دوسرے مذاہب کے متبعین کی طرح ہی نہایت قابل نفرت تھی۔ ہر طرف بداعمالیوں اور لامذہبی کا دور دورہ تھا۔ اور زمانہ اپنی علامات سے گواہی دے رہا تھا۔ کہ یہی وہ دن ہیں۔ جن کے متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اس زمانہ میں ایک سجدہ بھی دنیا ومافیہا سے بہتر ہوگا۔

ان نازک حالات میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود علیہ السلام کا ہی وجود مبارک تھا۔ جس نے ایک طرف تو دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کے لئے ایسے سامان بہم پہنچائے۔ کہ وہ مذہب کی طرف توجہ کریں۔ اور اپنی زندگی کو خدا تعالیٰ کے منشار کے ماتحت گذارنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ اور دوسری طرف مسلمانوں کیلئے قرآن مجید سے ہی وہ صداقتیں بیان فرمائیں جن سے ان کے قلوب خدا تعالےٰ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت اور فرمانبرداری کے لئے مائل ہو گئے۔

خدا تعالےٰ نے آپ کے ذریعہ ہندو قوم کے لئے بھی اپنے نشان ظاہر کئے۔ اور عیسائی ویہودی اقوام کو بھی فراموش نہ کیا۔ اگر لیکھرام والی پیشگوئی کے ذریعہ خدا تعالےٰ نے یہ ثابت کر دیا۔ کہ وہ اب بھی اپنے پیارے اور نیک بندوں کی تائید وحمایت کرتا ہے۔ ان کے لئے غیرت رکھتا ہے۔ ان کی ہر حال میں نصرت کرتا ہے۔ تو دوسری طرف عبداللہ آتھم کو کھڑا کر کے عیسائیوں پر حجت پوری کر دی۔ کہ پرانے زمانہ کے معجزات سے تم ایمانی تازگی پیدا نہیں کر سکتے۔ اس لئے خدا تعالےٰ کے نشانات کو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرو۔ تا اگر تم بھی پہلوں کی طرح ایمان لاؤ۔ تو تمہارا کوڑھ اور اندھا پن دور ہو۔ اور پھر وہ زمانہ آئے۔ کہ تم دوسروں کی حقیقی راہنمائی کر سکو۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ خدا تعالےٰ نے صرف مشرقی ممالک ہی کے لوگوں کی ہدایت کے سامان مہیا نہ کئے۔ بلکہ مغربی ممالک میں بھی ڈاکٹر ڈوئی کا نشان اور جنگ عظیم کے واقعات آپ کی پیشگوئیوں کے مطابق رونما ہوئے۔ تا ان ملکوں کے لوگ بھی خدا تعالےٰ کی قدرت اور جبروت کے قائل ہو کر روحانی طور پر ترقی کر سکیں۔ آپ کے نشانات اور معجزات ان لوگوں کی راہنمائی کا بھی موجب ہوئے۔ جو سرے سے خدا تعالےٰ کی ہستی کے ہی منکر تھے۔ کیونکہ انہوں نے جب گذشتہ واقعات کے مطابق اپنے زمانہ میں بھی خدا تعالےٰ کی ہستی کے ثبوت

دیکھ لئے۔ تو ان کو یقین ہو گیا۔ کہ واقعی ایک زبردست ہستی موجود ہے۔ اور اس سے تعلق اور وابستگی کی وجہ سے ہی گذشتہ انبیاء خارق عادت معجزات و نشانات دکھاتے رہے۔

مسلمانوں کی روحانی ترقیات کے لئے بھی ہزاروں نشانات اللہ تعالےٰ نے آپ کے ہاتھ پر ظاہر کئے۔ اور وہ جو اسلام پر اعتراضات سنکر تذبذب میں پڑ جاتے تھے۔ وہ اس قابل ہو گئے۔ کہ دشمنانِ اسلام کے سامنے زندہ نشانات و معجزات لے کر کھڑے ہوں۔ اور اس طرح دشمن کی تمام افواج کو پامال کر سکیں۔ آپ نے اسلام کو عالمگیر مذہب اور قرآن مجید کو مکمل الہامی کتاب ثابت کیا۔ اور اپنی متعدد کتابوں میں وہ مصالح جمع کر دیا۔ کہ جس سے نہ صرف حضور علیہ السلام کے خدام ہی فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ بلکہ ان لوگوں کو بھی جو آپ کی جماعت میں شامل نہیں۔ ان دلائل کے استعمال کرنے کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کی ڈگمگاتی ہوئی کشتی تمام آندھیوں اور طوفانوں کے باوجود تھم گئی۔ اور وہی جو پہلے اپنی جانوں کے بچانے کے لئے بھی خطرہ محسوس کر رہے تھے۔ آج ساری دنیا کی اقوام کو بار بار آمادگی کی دعوت دے رہے ہیں۔

چنانچہ حضور علیہ السلام کے ان متعدد نشانات اور پیشگوئیوں کا ہی یہ نتیجہ ہوا۔ کہ تمام مذاہب کے پیروؤں میں سے سینکڑوں ہزاروں انسان آپ کی جماعت میں شامل ہوئے۔ اور نہایت پاکیزہ زندگیاں گذار کر اپنی پیدائش کے مقصد کو حاصل کر لیا۔ اور ہزاروں اب داخل ہو کر ابدی راحت اور حقیقی خوشی کا سامان کر رہے ہیں۔ دنیا خواہ ہزار مخالفت کرے۔ وہ خدا تعالےٰ کی گود میں ہونے کے باعث مطمئن ہیں۔ اور اس آواز کے منتظر ہیں کہ۔ یٰایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ۔ یعنی اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف رضا کی حالت میں رجوع کر۔ وہ پہلوں کی طرح دکھ دیئے اور ستائے جاتے ہیں لیکن وہ ہر حال میں ثابت قدم اور خدا تعالےٰ کے پیارے دین کی خاطر ہر اک قربانی کرنے کے لئے تیار ہیں۔ وہ حقیقی عرفان اور معرفت کی وجہ سے اپنے اموال۔ جانیں اور وطن قربان کر کے اس امر کا ثبوت دے رہے ہیں۔ کہ وہ شخص جس کی اطاعت اور غلامی میں ان کو یہ ایمان اور یقین نصیب ہوا۔ وہ حقیقتاً خدا تعالےٰ کا سچا فرستادہ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق آنے والا نبی۔ مہدی اور مسیح موعود ہے۔ کیونکہ "ہر ایک اچھا درخت اچھا پھل لاتا ہے۔ اور بُرا درخت بُرا پھل لاتا ہے"۔ اللھم صل وسلم علیہ وعلیٰ مطاعہ۔

پیغمبر اسلام کی شان میں بٹالہ کے مجسٹریٹ کی گستاخی

شیخ چراغ الدین ایڈووکیٹ ہائیکورٹ کا بیان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جناب شیخ چراغ دین صاحب بی۔ اے ایل ایل بی ایڈووکیٹ ہائیکورٹ لاہور نے گورداسپور سے حسب ذیل بیان بغرض اشاعت ارسال کیا ہے:۔

ریذیڈنٹ مجسٹریٹ بٹالہ کی عدالت میں ۲۴ر نومبر کو جو ناخوشگوار حادثہ وقوع پذیر ہوا۔ میں نے دیدہ دانستہ اس کے متعلق کسی قسم کے تبصرہ کرنے سے احتراز کیا۔ اس سلسلہ میں مسلمانانِ گورداسپور کا ایک عظیم الشان اجلاس منعقد ہوا تھا۔ جس کی غرض و غایت یہ تھی۔ کہ حکام وقت پر آشکار کیا جائے۔ کہ مجسٹریٹ کے اقدام کے متعلق مسلمانوں کا کیا نظریہ ہے۔ اس اجلاس کی صدارت کے فرائض میرے ذمہ عاید کئے گئے تھے۔ مگر چونکہ میں نے ان کے ایفاء سے انکار کر دیا تھا۔ اس لئے میرے بعض احباب بھی مجھ سے ناراض ہو گئے تھے۔ جس وقت عدالت میں یہ ناخوشگوار حادثہ پیش آیا تھا۔ میں اس وقت نہ صرف موجود تھا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ مجسٹریٹ نے یہ قابل اعتراض سوال بھی مجھ سے ہی پوچھا تھا۔ میں نے اس سوال پر اسی وقت اعتراض کیا تھا۔ چونکہ میں اسی مقدمہ میں وکیل کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس لئے میں نے مناسب نہ سمجھا تھا۔ کہ اس موضوع کے متعلق اخباروں یا جلسوں میں کچھ اور بھی کہا جائے۔

"پاسبان" کے نامہ نگار کی غلط بیانی

مجھے مطلع کیا گیا ہے۔ کہ روزنامہ "پاسبان" کے ایک بے نام نامہ نگار نے اخبار مذکور کی ۱۴ر دسمبر کی اشاعت میں ایک مضمون شائع کرا کر مجھ پر دبی زبان میں اعتراض کئے ہیں۔ لہذا میں اس امر کے اظہار کے لئے مجبور ہو گیا ہوں کہ اس مضمون میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے۔ وہ بالکل خلاف حقیقت ہے۔

خلاف حقیقت

نامہ نگار کا بیان ہے۔ کہ میں بالعموم مرزا محمود احمدؐ قادیان کے مقدموں کی پیروی کرتا ہوں۔ نیز جس حالت میں کہ متذکرہ صدر مقدمہ میں ایک قادیانی ملزم کی وکالت کے فرائض سرانجام دے رہا تھا۔ مجسٹریٹ نے صرف مجھے حقیقت حال سے آگاہ کیا تھا۔ مجھے یاد نہیں۔ کہ گذشتہ ۲۵ سال کے عرصہ میں میں نے مرزا بشیر الدین محمود احمدؐ کے دو یا تین مقدموں سے زیادہ مقدمے لئے ہوں۔ جس حد تک کہ قادیانیوں کا تعلق ہے۔ ان میں سے بہت تھوڑے اشخاص مجھے اپنا وکیل بناتے ہیں۔ بلکہ اکثر اوقات میں فریق مخالف ہی کی طرف سے پیش ہوتا ہوں۔ عوام الناس کو معلوم ہے کہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور صاحبزادہ فیض الحسن جن کے خلاف قادیانیوں کے خلاف تقریریں کرنے کے سلسلے میں مقدمے چلائے گئے تھے۔ میرے مؤکل تھے۔ اگر "پاسبان" کے نامہ نگار کے اعتراضات میں کسی قسم کی صداقت موجود ہوتی۔ تو کیا اس صورت میں میں ان اصحاب کی طرف سے بحیثیت وکیل پیش ہو سکتا تھا؟

نازیبا اعتراض

نامہ نگار نے مجھ پر یہ اعتراض کیا ہے۔ کہ میں نے مجسٹریٹ کے غیر مجاز سوال کا جواب ایک مسلمان کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک قادیانی کے وکیل کی حیثیت سے دیا تھا۔ نامہ نگار کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ میں چونکہ اس مقدمہ میں وکیل کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس لئے مجھے اجازت نہ تھی۔ کہ میں کھلم کھلا احتجاج کرتا۔ بلکہ میرے لئے مافی الضمیر سمجھانے میں قیود موجود تھیں۔ ورنہ دنیا جانتی ہے۔ کہ آقائے نامدار صلے اللہ علیہ وسلم کے نام کی تقدیس کو اس قسم کے غیر مجاز اعتراضات سے محفوظ رکھنے کے لئے ہم کس قدر سرگرم اور کوشاں ہیں"۔

مجسٹریٹ کے الفاظ

سردار جسونت سنگھ کا سوال یہ تھا۔ کہ اگر کوئی شخص محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو کافر کہدے۔ تو اس سے مسلمانوں کے احساسات مجروح نہیں ہوں گے؟ میں نے جواب دیا تھا کہ یہ تشبیہ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ اس مقدمہ میں ملزم نے گورو نانک کے نام سے پیشتر حضرت کا لفظ تحریر کر دیا ہے۔ جس سے واضح ہو رہا ہے۔ کہ ملزم کو گورو نانک صاحب کا بڑا احترام ہے۔ بایں ہمہ عدالت نے اصرار کیا۔ کہ یہ تمثیل بالکل درست ہے۔ چنانچہ عدالت نے ایک دفعہ پھر مجھ سے وہی سوال کیا۔ میں نے دیکھا۔ کہ آقائے دوجہاں کے محترم نام کے ساتھ "کافر" کا حقیر نام ہے۔ اگرچہ یہ نام مشروط تھا۔ بایں ہمہ مسلمان کی حیثیت سے میرے نزدیک یہ بے حد قابل اعتراض تھا۔ اس وجہ سے میں نے کہا۔ کہ یہ تشبیہ نہایت ناموزوں ہے۔ اور اس کے الفاظ نہایت مفسدانہ ہیں۔ میں انہیں کسی صورت میں برداشت نہیں کر سکتا۔ کیونکہ ان کی وجہ سے میرے مذہبی احساسات مجروح ہوئے ہیں۔ میرے احتجاج کے باوجود عدالت نے کوئی پروا نہ کی۔ اور اپنے الفاظ واپس نہ لئے۔ اور نہ ہی "کافر" کے استعمال کے متعلق اظہار افسوس کیا۔ جو بغیر کسی دلیل اور حق کے استعمال کیا گیا تھا۔

ممکن ہے۔ متذکرہ صدر نامہ نگار اس سوال کے متعلق یہ خیال کرے۔ کہ یہ سوال اس لئے کیا گیا تھا۔ کہ مجھ پر مقدمہ کی اصلیت واضح کی جائے گی۔ مگر میں نے اس کا مفہوم ویسا نہیں سمجھا۔ اور اب بھی میرا یہی خیال ہے۔ کہ میں اپنے اقدام میں حق بجانب تھا۔ اور میرا اعتراض ناواجب نہ تھا۔ نامہ نگار بشرطیکہ وہ غیر مسلم ہو آگاہ نہیں ہو سکتا۔ کہ مسلمان آقائے دوجہاں فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو کس قدر محترم و معزز خیال کرتے ہیں۔ غیر مسلم نامہ نگار کو رسول کریمؐ کی بلند مرتبت اور علو جاہ اور قابل تعظیم ہستی سے واقفیت نہیں۔ کہ دنیا کے اولیاء و مقدسین آپ کے ادنےٰ خادم ہونے پر فخر کرتے ہیں۔ بہر حال ذمہ دار مدیر اخبار کو بھی اس مرقع دروغگوئی کو شائع کرنے اور اپنے اخبار میں جگہ دینے سے پیشتر اسکی نوعیت پر غور کر لینا چاہیئے تھا۔

نامہ نگار سے سوالات

اگر نامہ نگار مسلمان ہو۔ تو اس صورت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

میں ان سے مندرجہ ذیل سوالات کروں گا۔ امید ہے۔ کہ وہ مجھے جوابات سے ممنون کریگا۔

(۱) کیا وہ دیانت دارانہ طور پر اس عقیدہ کا اظہار کر سکتا ہے۔ کہ ایک قانونی عدالت کا پریزائیڈنگ آفیسر اس قسم کے سوال کرنے میں حق بجانب ہے؟ جس صورت میں کہ کوئی آپ کے پیغمبر "کو کافر" کہے۔ اس وقت آپ کا رویہ کیا ہوگا؟

(۲) کیا نامہ نگار دیانتداری سے یہ کہہ سکتا ہے کہ جس صورت میں عدالت اس سے یہ سوال کرے کیا وہ عدالت کے اقدام کو سراہے گا؟

(۳) کیا سوال خود بخود ظاہر نہیں کرتا۔ کہ سوال اسی جواب کا متقاضی ہے۔ جو میں نے اس وقت دیا تھا؟

(۴) کیا نامہ نگار دیانتدارانہ طور پر کہہ سکتا ہے۔ کہ متذکرہ صدر سوال کا میں نے جو جواب دیا ہے۔ وہ مجھے نہیں دینا چاہیئے تھا۔ اور اگر ایسا ہی ہے۔ تو اسے صاف طور پر اظہار کر دینا چاہیئے۔ کہ اگر وہ میری جگہ ہوتا۔ تو وہ کیا جواب دیتا۔

بٹالہ کی ایک انجمن کے ممبروں کا رویہ

مجھے معلوم ہوا ہے۔ کہ بٹالہ کی ایک انجمن کے چند ممبروں نے بھی متذکرہ صدر سوال میں لفظ "کافر" کے استعمال کو حق بجانب قرار دیا ہے۔ میں حیران ہوں۔ کہ انہوں نے کس طرح یہ اندازہ کر لیا۔ کہ یہ لفظ مسلمانوں کے احساسات کو مجروح کئے بغیر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے ساتھ شامل ہو سکتا ہے

اتحاد پارٹی کی ہر لعزیز تجاویز

۱۰ ارجنوری کو پنجاب اسمبلی کا جو اجلاس شروع ہوا ہے۔ اس میں اتحاد پارٹی کی طرف سے ۱۷ تجاویز پیش ہونے والی ہیں۔ جو نہایت ہی مفید عام اور خوش کن ہیں۔ اور وہ یہ ہیں:۔

(۱) سب ججوں کی بھرتی کے سلسلہ میں لفظ "زمیندار" کی تشریح میں ایسی ترمیم کر دی جائے۔ کہ وہ "قانونی زراعت پیشہ" اشخاص پر بھی عائد ہو سکے (۲) ملازمتوں میں زراعت پیشہ ہندوؤں کے حقوق کا تناسب ہندوؤں کی باقی جماعتوں سے جداگانہ مقرر کر دیا جائے (۳) ۲۵ سالہ سرکاری ملازموں کو لازمی طور سے بلا تاخیر سبکدوش کر دیا جائے (۴) سرکاری ملازمتوں میں انسداد رشوت ستانی کے لئے خفیہ پولیس کا خاص عملہ مقرر کیا جائے (۵) ان تمام شہری رقبوں میں جہاں چوکیدارہ نہیں ہے حفاظتی ٹیکس عاید کیا جائے۔ (۶) شمالی ہند کے قانون نہر و آبپاشی ۱۸۷۳ء میں ترمیم کے لئے افسروں اور غیر سرکاری اشخاص کی ایک کمیٹی قائم کی جائے۔ (۷) سرکاری ملازموں کی بھرتی اس اصول کے ماتحت کی جائے۔ کہ آئندہ پانچ سال میں تمام جماعتوں کا تناسب پورا ہو جائے اس شرط کے ساتھ کہ جماعت کے لائق امیدوار اس تعداد میں مل سکیں۔ جتنی ملازمتیں اس کے حصہ میں آئی ہوں۔ (۸) سرکاری اور غیر سرکاری اشخاص کی ایک کمیٹی قائم کی جائے۔ جو اس امر کے متعلق تجاویز پیش کرے۔ کہ پنجاب میں سود خواری کا انسداد کن طریقوں سے ہو سکتا ہے (۹) ایک کمیٹی مقرر کی جائے۔ جو ایک مسودہ قانون مرتب کرے۔ جس کی رو سے دکانداروں۔ کاروبار کرنے والوں اور کمیشن ایجنٹوں کے لئے وہ تمام رقوم جو خیراتی فنڈ کے نام سے وصول کی جاتی ہیں۔ اور خرچ نہیں کی جاتیں۔ سرکاری خزانہ میں داخل کرنا ضروری ہو جائے۔ (۱۰) ہر صوبہ کے ہر ضلع میں ایک جوڈیشل افسر مقرر کیا جائے جو مقروضین کے مکانات کی ناجائز فروخت کے متعلق تحقیقات کرے۔ اور ضروری ہو۔ تو کسی ایسے قانون کی سفارش کرے۔ جس کی رو سے اس کے فروخت شدہ مکانات مالکان اصلی کو واپس کئے جا سکیں۔ اور ڈگریداروں اور دیگر اشخاص کو جو ان کارروائیوں کے ذمہ وار ہوں۔ سزا دی جا سکے۔ (۱۱) ایک کمیٹی اوزان کے تقرر کے لئے قائم کی جائے۔ اور مصنوعی اوزان کے استعمال کرنے کو جرم قرار دیا جائے (۱۲) پنجاب کی پانچوں قسطوں میں بیس بیس لاکھ کے سرمایہ سے ایک ایک کارخانہ قائم کیا جائے اس اصول پر کہ اس کا منافع حکومت اور کارکنوں کے درمیان تقسیم کر دیا جائے (۱۳) جیل خانوں میں اچھی صنعتیں جاری کی جائیں۔ تاکہ جیل کے صنعتی شعبہ سے حکومت کو معقول منافع ہونے لگے (۱۴) چکی۔ کولھو اور مونج کوٹنے کی مشقتیں جیلوں میں بند کر دی جائیں (۱۵) دیہات میں رہنے والے تعلیم یافتہ بیروزگاروں کو حکومت کی طرف سے گذارے کے لئے ایک رقم دی جائے اس شرط کے ساتھ کہ وہ ایک وقت معین میں اشخاص کی ایک مقررہ تعداد کو زیور علم سے آراستہ کر دیں (۱۶) پنجاب کے پانچ اضلاع میں تجربہ کے طور پر شراب کی امتناع کے احکام جاری کر دئے جائیں (۱۷) صوبہ کی ہر تحصیل میں ایک پنچائت افسر مقرر کیا جائے۔ جو ہر گاؤں میں یا چند دیہات میں جو قریب قریب واقع ہوں۔ ایک پنچائت مقرر کرے۔ اور ان پنچائتوں کے ذریعہ اصلاح دیہات کے سرکاری لائحہ عمل کی نگرانی کرے۔

دیسی طریق علاج کی ترقی

صوبہ متوسط کی حکومت کے محکمہ طبی نے یہ اعلان کیا ہے۔ کہ اس صوبے میں جو دیسی طریقہ علاج رائج ہے۔ اسکی تحقیقات کرنے کے لئے انسپکٹر جنرل آف سول ہاسپیٹلز کی صدارت میں آٹھ ممبروں کی ایک تحقیقاتی کمیٹی مقرر کر دی گئی ہے۔ جس کا کام یہ ہوگا۔ کہ:۔

(۱) دیسی طریقہ علاج کی تحقیقات کرے۔ اور یہ معلوم کرے۔ کہ اس سے لوگوں کو کیا فائدہ ہے

(۲) صوبہ میں جو جڑی بوٹیاں پیدا ہوتی ہیں۔ وہ کہاں تک بطور دوا کے استعمال کی جا سکتی ہیں

(۳) اس ضرورت پر رپورٹ پیش کریں۔ کہ دیسی طریقے سے علاج کرنے والوں کی قابلیت کا معیار کیا ہو۔ ان کو کن کن کتابوں کی تعلیم دی جائے۔ اور دیسی علاج کے طریقوں کو کس طرح پابند قانون کیا جائے۔

(۴) یہ معلوم کیا جائے۔ کہ صوبے کے باشندوں کو ان طریقوں کی کتابی اور عملی تعلیم حاصل کرنے کے لئے کیا کیا سہولتیں حاصل ہیں۔ اور ان سہولتوں کو ترقی دینے کے لئے تجاویز پیش کریں۔

(۵) ایک ایسی جگہ کا تعین کریں۔ جہاں سرکاری خرچ پر دیہات والوں کو دیسی طریقہ علاج سے مستفید ہونے کی سہولتیں بہم پہنچائی جائیں۔ اور یہ بھی بتائیں۔ کہ زیادہ سے زیادہ خرچ کیا ہوگا۔ تاکہ عوام پوری طرح فائدہ اٹھا سکیں۔

(ماخوذ)

انسانی بچوں کو بکری کا دودھ

دوسرے ملکوں میں صدہا سال سے بچوں کی غذاؤں میں بکری کے دودھ کو ایک ممتاز حیثیت حاصل ہے۔ اور چند روز سے اس ملک میں بھی غذاؤں کی تحقیقات کرنے والوں نے اسکی چھان بین شروع کی ہے۔ اس کی طرف سب سے پہلے اس سبب سے توجہ مبذول ہوئی کہ اس کے متعلق یہ یقینی ہے۔ کہ یہ دق کے جراثیم سے پاک ہوتا ہے۔

جہاں تک غذائیت کا تعلق ہے۔ بکری کا دودھ گائے کے دودھ کا اور انسانی دودھ کا پوری کامیابی کے ساتھ مقابلہ کر سکتا ہے۔ اس میں شحمی اجزاء (چکنائی) تقریباً اتنے ہی ہوتے ہیں۔ جتنے گائے کے دودھ میں یا انسانی دودھ میں اور وہ ہوتے بھی ایسی صورت میں ہیں۔ کہ جو انسانی دودھ سے بہت مشابہ ہے۔ بکری کے دودھ کی چکنائی زیادہ باریک اور روغنی صورت میں ہوتی ہے۔ جو بچے کی جسمانی حرارت سے پگھل جاتی ہے۔ درحالیکہ گائے کے دودھ کی چکنائی چربی کی طرح ہوتی ہے۔ اور جسمانی حرارت سے نہیں پگھلتی۔ بکری کے دودھ میں مکھن یا گھی کے ذرات سارے دودھ میں منتشر اور اچھی طرح اس میں ملے ہوئے ہوتے ہیں۔ حتےٰ کہ بلونے سے بھی وہ الگ نہیں ہوتے اور نہ سطح پر آتے ہیں۔ ڈاکٹر میریٹ کا بیان ہے۔ کہ بچوں کی غذا کے طور پر بکری کا دودھ اس صورت میں بہت ہی ضروری اور مفید ہے۔ جب کہ گائے کے دودھ کے لحمی اجزاء بچے کی قوت ہاضمہ کو راس نہ آتے ہوں۔ اور اسے گائے کے دودھ سے ضیق النفس پتی اچھلنا۔ چھاجن یا ہاضمہ کی خرابی کی کچھ اور بیماریاں لاحق ہو جاتی ہیں۔ ایسے بہت سے بچے بکری کے دودھ کو بآسانی ہضم کر لیتے ہیں۔ (ماخوذ)

ایک آنے میں پوری خوراک

کونور۔ (مدراس) کی تحقیقات غذا کی لیبوریٹری کی طرف سے ایک قوت بخش چپاتی کے نسخے کا اعلان کیا گیا ہے۔ جو ہندوستان میں ایسے مزدوروں کے کھانے کیلئے بہت موزون ہے۔ جو باہر کھیتوں یا کانوں میں کام کرتے ہیں۔

محنت مزدوری کرنے والوں کو کم از کم دو مرتبہ روزانہ اچھی طرح پیٹ بھر کر کھانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اکثر حالتوں میں مزدوروں کے لئے یہ ناممکن ہوتا ہے۔ کہ وہ دوپہر کے وقت کھانا کھانے کے لئے گھر آئیں۔ اور ان کے پاس اتنے دام بھی نہیں ہوتے۔ کہ ہوٹل ہی میں کھالیں۔ اور ہوٹل بھی دیہات میں کہاں مل سکتے ہیں۔

انہیں اپنے ہمراہ دوپہر کا کھانا لے جانا پڑتا ہے۔ اور یہ ضروری ہے۔ کہ یہ کھانا مقدار میں بھی کافی ہو۔ اور اس سے جسم کی ضروریات بھی پوری ہو سکیں۔ گویا اس میں غذائیت بخشنے والے اجزاء صحیح تناسب میں موجود ہوں۔ یہ بھی اسی قدر ضروری ہے۔ کہ قیمت کے لحاظ سے بھی یہ کھانا سستا ہو۔ اور آسانی سے تیار بھی ہو سکے۔ اس کے علاوہ پتلی اور سیال چیزوں کا لے جانا بہت وقت طلب ہوتا ہے۔ اس لئے وہ ٹھوس اور غیر سیال ہونا چاہیئے۔ اس کا حجم بھی تھوڑا ہونا چاہیئے۔ اور اس کے لیجانے کے لئے کسی خاص برتن کی بھی ضرورت نہ ہونی چاہیئے۔ اس میں یہ صفت بھی ہونی چاہیئے۔ کہ کئی گھنٹوں تک وہ تازہ اور خوش ذائقہ بھی رہ سکے۔

اس قسم کی مفید اور کار آمد چپاتی حسب ذیل اشیاء سے تیار کی جا سکتی ہے۔ گیہوں کا بے چھنا آٹا ۱۰ اونس یعنی ۵ چھٹانک۔ بیسن ۲½ اونس یعنی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

۱¼ چھٹانک۔ پیاز ۱¾ اونس یعنی ⅞ چھٹانک کوئی قابل خورش سبز ساگ ½ اونس یعنی ¼ چھٹانک اور گھی یا مکھن ¼ اونس یعنی ⅛ چھٹانک۔

گھی کے علاوہ باقی سب چیزوں کو پانی کے ساتھ ملا کر گوندھا اور اچھی طرح پھینٹا جاوے اور اس سے اچھی موٹی موٹی چپاتیاں پکائی جائیں کیونکہ موٹی روٹی پتلی کی بہ نسبت زیادہ عرصہ تک تازہ رہتی ہے۔ آخر میں ان روٹیوں پر گھی چپڑ دیا جاوے۔

اس سب کا وزن تقریباً ایک پونڈ یعنی آدھ سیر ہوگا۔ اتنی مقدار سے حرارت کی تیرہ سے لیکر چودہ سو تک کیلوریز جسم کو مل سکیں گی۔ اور معمولی طور پر آدھے دن میں آدمی کو اتنی ہی کیلوریز کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس خوراک سے پچاس گرام کے قریب لحمی اجزاء بھی مل جائیں گے۔ اس روٹی میں جو اجزاء ہیں۔ ان میں وٹامن اور معدنی نمکیات کی مقدار بھی بالکل کافی ہے۔

اگر تازہ دودھ نہ مل سکے۔ تو کھویا یعنی خشک کیا ہوا دودھ استعمال کیا جا سکتا ہے۔ جن لوگوں کو میسر ہو۔ وہ اسی آٹے میں خوب کافی دودھ اور ایک انڈا بھی ملا سکتے ہیں۔

یہ ایسا ناشتہ ہے جسے چوڑے چوڑے پتوں میں یا کاغذ میں لپیٹ کر چاہے جہاں لیجایا جا سکتا ہے۔ وہ کئی کئی گھنٹے تک بالکل تازہ اور خوش ذائقہ رہتا ہے۔ اور اس کے ساتھ کھانے کے لئے پانی کے سوا اور کسی چیز کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس پر تقریباً ایک آنہ خرچ ہوتا ہے یہ مسافروں کا زاد راہ۔ مزدوروں کا کھانا اور تفریح و سیر کے لئے جانے والوں کا بہت اچھا ناشتہ ہے +

(ماخوذ)

زندگی وقف کرنیوالوں کے متعلق اعلان

انچارج صاحب تحریک جدید خدمت دین کیلئے زندگی وقف کرنیوالوں کے متعلق اعلان کرتے ہیں۔ کہ:۔

وقف زندگی کے متعلق درخواستیں موصول ہو رہی ہیں۔ لیکن ایسے اصحاب کی خدمات سے پورا فائدہ تب ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ جبکہ ان کی بابت دفتر تحریک جدید کو مندرجہ ذیل کوائف کا تفصیلی علم ہو۔ (۱) عمر (۲) تعلیم دنیوی و دینی (۳) کون کونسی زبانوں سے واقف ہیں۔ (یعنی عربی۔ فارسی انگریزی وغیرہ) اور ان زبانوں کی تحریر و تقریر میں استعمال کی کس حد تک مہارت ہے۔ (۴) شادی شدہ ہیں۔ یا غیر شادی شدہ ہیں (۵) کیا ان کے حالات اس امر کی اجازت دیتے ہیں۔ کہ وہ بیرون ہند کسی ملک میں مستقل رہائش اختیار کر سکیں۔ پس ایسے تمام احباب کو جو "وقف زندگی" کی درخواست دے چکے ہوں۔ اور دفتر تحریک جدید سے ان کی درخواست کی منظوری کی اطلاع ان کو نہ گئی ہو۔ یا اب "وقف زندگی" کے خواہشمند ہوں۔ اپنی درخواست بمعہ مندرجہ بالا امور کے بالتفصیل بیان کر کے جلد ارسال کریں (انچارج تحریک جدید قادیان)

خیالات کا اثر صحتِ انسانی پر کس طرح ہوتا ہے

(از جناب حکیم ڈاکٹر محمد محفوظ عالم صاحب قریشی طوق۔ کوئلوری)

اس بات کو ٹھنڈے دل سے غور و فکر کے بعد سمجھنے والے انسان بہت کم ہیں۔ کہ صحت یا تندرستی پر خیالات کا اثر کیا اور کیونکر ہوتا ہے۔ لطف یہ ہے۔ کہ یہ قوت ہر وقت کام کرتی رہتی ہے۔ اس سے انسانی دل ہر گھڑی اور ہر حالت میں ضرور اثر پذیر ہوتا رہتا ہے۔ خواہ یہ اثر برا ہو یا اچھا۔ تندرستی کو بگاڑنے والا ہو۔ یا صحت کو ترقی دینے والا۔ اور اسکو برقرار رکھنے والا غالباً اس کلیہ سے کسی کو بھی انکار نہ ہوگا۔ کہ "زندگانی بلکہ تندرستی و حیاتِ انسانی کا دارومدار صرف جسمانی طاقت پر ہے"۔ پس یہ بھی مان لینے میں کچھ شک نہ کرنا چاہیئے۔ کہ جسم پر دماغ کا اثر جس قسم کا ہوگا۔ اسی قدر زندگی کی درازی یا غیر درازی اور اسی قدر تندرستی اور بیماری ہوگی۔ اگر کوئی شخص ہمیشہ غم و الم رنج و مصیبت میں مبتلا رہتا ہے۔ جسے دوسرے لفظوں میں یوں کہیں۔ کہ اسکی دماغی حالت اچھی نہیں ہے۔ تو یقین کیجئے۔ کہ اس شخص کی جسمانی طاقت یا صحت و تندرستی ہرگز اچھی نہیں رہے گی۔

انسان کی جو حالت مصیبت کے وقت ہو جاتی ہے۔ اس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ کسی پر آج کوئی مصیبت نازل ہو جائے۔ تو محض گنتی کے چند دنوں کے بعد ہی اسکی حالت بغور دیکھنے سے اسکی تندرستی میں نمایاں فرق نظر آئیگا۔ دن بدن اسکی صحت بگڑتی جائیگی۔ روز بروز شکل و صورت رنگ و رونق میں تبدیلی ظاہر ہوتی چلی جائے گی۔ اور ذرا بھی تعجب نہیں۔ کہ تھوڑے ہی دنوں کے بعد آپ یہ خبر بھی سن لیں گے۔ کہ وہ دنیا سے رخصت ہو گیا۔ یوں ہی کوئی آدمی اگر بڑے سے بڑے مرض میں بھی گرفتار ہو۔ یا اور کیسی ہی تکلیف میں مبتلا ہو۔ اگر اسے ایسی خوشخبری سنائی جائے۔ جس کا وہ شائق و مشتاق ہو۔ تو دیکھے گا۔ اس کا کیا اثر ہوتا ہے یقینی جملہ مصیبتیں کافور ہو جائیں گی۔ وہ خوشخبری جس قدر زیادہ فرحت بخش ہوگی۔ بلاشبہ اسی قدر زیادہ تندرستی پر بہتر اثر پڑیگا۔ اور اس میں ذرا بھی شک نہیں۔ کہ اگر اس خوشی کو قرار رہا تو دن بدن سرخی و سفیدی جھلکتی چلی جائیگی۔ جسم دگنا ہو جائے گا۔ اور تمام تکالیف و بیماریاں اپنی اپنی علامات کے ساتھ دور ہو کر پہلے سے زیادہ اسے چاق و چوبند بنا دیں گی۔ حتیٰ کہ شاید اس عظیم تبدیلی کی وجہ سے آپ کو اس کے پہچاننے میں دشواری ہوگی۔

یہ واقعہ ہے۔ کہ انسان کے جسم اور صحت پر دماغی کیفیات کا اثر بہت گہرا پڑا کرتا ہے۔ بہت سے لاعلاج امراض رفع ہو جایا کرتے ہیں۔ اسی طرح اکثر سخت سے سخت بیماریاں حملہ آور ہو جاتی ہیں۔ مثلاً کسی قسم کے درد کا اگر آپ زیادہ وہم کریں گے۔ اور اسکی تکلیف کے اثر کو آپ زیادہ محسوس کریں گے۔ اور اسی خیال میں غرق رہیں گے۔ تو یقیناً یہ درد رفتہ رفتہ بڑھتا چلا جائیگا۔ اس کے خلاف اگر آپ اس درد کی پرواہ نہ کریں۔ بلکہ اسے عارضی اور معمولی خیال کر کے اپنے کام میں مشغول ہو جائیں۔ تو لامحالہ آہستہ آہستہ یہ درد بالکل جاتا رہیگا۔ جسم کے کسی حصہ کے متعلق اگر انسان خیال کرے کہ یہ بے کار ہو گیا ہے۔ تو یقین جانئے۔ کہ اس خیال کے انہماک سے لازمی طور پر جسم کا یہ حصہ بے کار ہو کر رہے گا۔ آخر اسکی کیا وجہ ہے؟ اس لئے کہ یہ انسان عرصہ تک اس عضو کے بیکار ہونے کے خیال کی بناء پر اس سے کام لینا چھوڑ دیگا۔ اسی وجہ سے اس عضو میں دوران خون سست ہو کر بے کار ہو جانے کا موجب ہو جائے گا۔

اس قسم کے لوگ بھی آپ کو اکثر ملیں گے۔ جو خواہ مخواہ اپنے آپ کو کسی بیماری کا شکار خیال کر کے ہمیشہ کسی حکیم یا ڈاکٹر کے مطب کا طواف کرتے رہتے ہیں۔ اس کے بغیر ان کی دلجمعی نہیں ہوتی۔ اور پھر ان کی یہ بھی تمنا ہوا کرتی ہے۔ کہ سب لوگ میرے ساتھ ہمدردی کرتے رہیں۔ اس قسم کے آدمی بیمار ہو بھی جایا کرتے ہیں۔ اس کا سبب بجز اس کے کچھ نہیں ہوتا۔ کہ ان کا دل ان کو علالت کی طرف دھکیل دیتا ہے۔ کوئی آدمی اگر ہر وقت معدہ کا خیال رکھے۔ اور سوچتا رہے۔ تو لامحالہ تھوڑی دیر کے بعد یہ محسوس کریگا۔ کہ اس کا پیٹ پھول گیا۔ پھر آہستہ آہستہ بدہضمی کے آثار ظاہر ہونے لگیں گے۔ یہی حال جملہ اعضائے انسانی پر خیالات کے مفید و مضر اثر پڑنے کا ہے۔

اس سے انکار نہیں۔ کہ فکر و غم سے بڑھ کر دنیا میں انسان کا کوئی دشمن نہیں۔ معمولی فکر کا بھی اگر خیال کیا جائے۔ تو گھلا گھلا کر مار ڈالنے کے لئے کافی ہے۔ آپ اگر غور کریں گے۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ ہلاک و برباد کر دینے والے غم بڑے بڑے نہیں ہوتے۔ بلکہ عموماً چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں۔ جو رگھلا رگھلا انسانی ہستی کے چراغ کو گل کر دیتے ہیں۔ دل سے تعلق رکھنے والے جیسے غصہ۔ رشک و حسد۔ نفرت۔ حرص و طمع ایسے جذبات ہیں۔ جن میں آدمی گھیر کر صحت کو کھو دیتا ہے۔ بالخصوص غصہ اور رشک صحت کے اس درجہ مضر ہے جیسے لکڑی کے لئے گھن لگ جانا۔

مشاہدہ میں آیا ہے۔ کہ تیز جذبہ پیدا ہو جانے سے جگر خراب ہو کر اپنے فرائض انجام دینے میں کوتاہی کرنے لگا۔ دل بھی ماؤف ہو کر کام کرنے میں سست ہو گیا۔ اور دماغ کی خرابی نے جنون کی منزل تک پہنچا دیا۔

دق۔ یرقان۔ مرگی۔ تپ دماغی۔ فالج وغیرہ وغیرہ کا بار بار غصہ کرنے سے پیدا ہو جانا امکان میں ہے۔ یہ بھی یاد رکھنے کے لائق ہے۔ کہ غم و غصہ کی حالت میں کھانے پینے کا اثر جسم انسانی پر بہت برا پڑتا ہے۔ ایسی حالت میں غذا خواہ کیسی ہی مفید و صحت بخش ہو۔ لیکن عموماً آتش غضب سے جل بھن کر صحت افزائی کی بجائے مضر و مہلک ہو جایا کرتی ہے۔ (ہمدرد صحت)

انجمن انصار اللہ کا سالانہ اجلاس

۲۹ر دسمبر مسجد اقصیٰ میں انصار اللہ کا سالانہ اجلاس زیر صدارت جناب مولوی عبد المغنی خانصاحب ناظر دعوۃ و تبلیغ منعقد ہوا۔ جس میں مولانا غلام رسول صاحب راجیکی اور جناب ناظر صاحب دعوۃ و تبلیغ کی تقاریر کے بعد ذیل کی تجاویز باتفاق آراء منظور ہوئیں۔ (۱) انجمن انصار اللہ جو حضرت خلیفۃ المسیح اول کے زمانہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے قائم کی تھی۔ اس کو از سر نو ترقی دے کر جماعت احمدیہ کی اس وقت کی تعداد کے شایان کثیر تعداد میں انصار اللہ کے نام حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ کے حضور پیش کئے جائیں۔ (۲) انصار اللہ کا عام فرض حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے ارشادات پر خود عمل کرنا اور جماعت کے دوسرے ممبران سے عمل کرانا ہے۔ اب چونکہ جماعت کی تعداد کی ترقی کے ساتھ انصار اللہ کا کام بھی بڑھتا جاتا ہے۔ اس لئے حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ نے جو شب گذشتہ کی تقریر میں احمدیوں کے ذمہ فرض لگایا ہے۔ کہ وہ اپنے اعمال کو ہر جہت سے شریعت کے مطابق بنائیں۔ انصار اللہ کا یہ فرض ہے کہ وہ خود اس ہدایت پر عمل کریں۔ اور اپنے ذریعہ سے دوسرے احمدیوں کو بھی اس پر عمل کرائیں۔ (۳) مرکزی دفتر کو زیادہ مضبوط کیا جائے۔ تا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی ہدایات مسلسل اور بار بار انصار اللہ کو بھیجی جائیں۔ اور انصار اللہ کی خدمات اور کام کی رپورٹیں طلب کر کے حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ کے حضور پیش کی جاتی رہیں (۴) انصار اللہ کے لئے ایک

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سلسلہ کی خبریں

مجسٹریٹ علاقہ بٹالہ کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کر کے مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کرنا
اور
باوجود بار بار توجہ دلانے کے حکومت پنجاب کا اس وقت تک مسلمانوں کے جذبات کی مطلق پروا نہ کرنا

دنیائے اسلام عموماً اور ہندوستان کے مسلمان خصوصاً اور پنجاب کی مسلم آبادی بالخصوص اس امر سے آگاہ ہو چکی ہے۔ کہ مجسٹریٹ علاقہ بٹالہ نے ایک مذہبی مقدمہ کی سماعت کے وقت جس میں عدالت کو نہایت ہی احتیاط سے کام کرنا اور عدل و انصاف کا انتہائی نمونہ دکھانا لازمی تھا۔ بر سر اجلاس بانیٔ اسلام خیر الانام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق "انفڈل" (کافر لامذہب) کا سخت توہین آمیز اور دلآزار لفظ مسلمان ملزم کے مسلمان وکیل کو مخاطب کر کے استعمال کیا ہے۔ جس کے متعلق معزز ایڈووکیٹ شیخ چراغ الدین صاحب نے جن کو مخاطب کر کے مجسٹریٹ صاحب نے یہ ناپاک لفظ بولا تھا۔ اپنا مفصل بیان تحریری مختلف اخبارات میں شائع کرایا ہے۔ اور ناظرین فاروق کے لئے اس اخبار میں بھی وہ دوسری جگہ نقل کیا گیا ہے۔ پھر مجسٹریٹ صاحب کے حامیوں اسلام کے دوست نما دشمنوں نے بھی تسلیم کر کے ثابت کر دیا ہے۔ کہ مجسٹریٹ نے یہ لفظ سماعت مقدمہ کے دوران میں بولا گو حامیانِ مجسٹریٹ دشمنانِ اسلام نے احمدیوں سے دشمنی کی بنا پر مجسٹریٹ کے اس لفظ کے آگے پیچھے پچریں لگا کر یہ بے سود کوشش کرنے کی تکلیف اٹھائی ہے۔ کہ مجسٹریٹ صاحب نے یہ لفظ اس شرط کے ساتھ استعمال کیا تھا۔ "کہ اگر کوئی احمق کہہ دے۔ کہ محمد صاحب بیدین کافر لامذہب تھے۔ تو کیا مسلمانوں کی دلآزاری نہ ہوگی"۔ پھر مجسٹریٹ صاحب کا یہ انوکھا طرز سوال محض "نوعیت جرم سمجھانے کے لئے" تھا۔ مگر اس ناواجب وکالت پر بھی مجسٹریٹ کے اس دلآزار توہین آمیز لفظ "انفڈل" کی سختی اور مرارت اور بیہودگی میں کوئی فرق نہیں پڑ گیا۔ بلکہ یہ "احمق" کی احمقانہ پچر بعد میں لگا کر مجسٹریٹ کے دامن کو بلیو بلیک سیاہی سے دھو کر زیادہ داغدار کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ "احمق" مجسٹریٹ نے نہیں کہا۔ یہ محض ایجاد بندہ ہے۔ جو سراسر گندہ ہے۔ اور نہ "احمق" کے کہنے سے ایسے رنجدہ لفظ کا استعمال جائز ہو سکتا ہے۔ وہ بدستور ہر ایک مسلمان کے لئے ویسا ہی دلآزار اور ہتک آمیز ہے۔ جیسا کہ "احمق" بڑھانے سے پہلے تھا۔

اب کوئی ذی شعور کہہ سکتا ہے۔ کہ مجسٹریٹ بٹالہ کی اس گندہ دہانی سے مسلمانوں کی دلآزاری نہیں ہوئی۔ مسلمانوں کو اس سے جس قدر دکھ پہنچا ہے۔ اور جتنے ان کے جذبات کو برانگیختہ کر کے ان پر رنج والم کے پہاڑ گرا دیئے ہیں۔ اس کا پتہ اس سے بخوبی لگ جاتا ہے۔ کہ اگر ایک طرف پنجاب کے تمام مقتدر اخبارات نے متفقہ طور پر اس کے خلاف حکومت کو توجہ دلائی ہے۔ تو دوسری طرف اکثر مقامات پر مسلمانوں نے جلسے کر کے بلند آواز سے احتجاج کیا ہے۔ جو بہرے سے بہرے کانوں اور اندھی سے اندھی آنکھوں نے سنا اور دیکھا ہے۔

بایں ہمہ اب تک ہم نہیں سمجھ سکے۔ کہ حکومت پنجاب نے مسلمانوں کے ان احتجاجوں اور آہ و بکا پر کیوں توجہ نہیں کی۔ اور ان کے اطمینان کے لئے ان کے زخم پر کیوں مرہم نہیں لگایا۔ یا یہ کہ حکومت کو اب تک اس کا علم ہی نہیں ہوا۔ کہ مجسٹریٹ بٹالہ کے اس ناروا حملہ پر مسلمانوں کا کیا حال ہو رہا ہے۔ یا معلوم تو ہو چکا ہے۔ مگر وہ مسلمانوں کے جذبات کی کوئی پروا نہیں کرتی۔ اور ان کو مطمئن کرنا چنداں ضروری نہیں سمجھتی۔

حالانکہ عوام اور خواص میں پہلے ہی یہ احساس پیدا ہو رہا ہے۔ کہ حکومت پبلک اور رعایا کے احساسات کا کوئی لحاظ نہیں کرتی۔ اور اپنے تنخواہ دار نوکروں کا بے جا پاس کرتی ہے۔ چنانچہ مجسٹریٹ بٹالہ کے اس واقعہ نے اس پر زیادہ یقین دلا دیا ہے۔ کہ حکومت واقعی اپنی رعایا کا جس کے سر پر حکومت کرتی ہے۔ اور جس کی دلداری اور دلجوئی حکومت کا منصبی فرض ہے۔ ذرا بھی لحاظ و پاس نہیں کرتی۔ جبکہ رعایا کا ایک کثیر طبقہ اس وقت تک منتظر ہے۔ کہ حکومت اس کی فریاد سنکر دادخواہی کرتی ہے یا نہیں۔

ہم نہایت مخلصانہ طریق سے باادب حکومت کو پھر متوجہ کرتے ہیں۔ کہ وہ اس عام احساسات کی مضرت سے جو پبلک کے دلوں میں بڑھ رہے ہیں۔ کہ حکومت ہمارے جذبات کو ٹھکرا دیتی ہے۔ واقف ہو کر جلد سے جلد مسلمانوں کے اس الم و غم کو جو مجسٹریٹ بٹالہ کے ذریعہ پہنچا ہے۔ اپنی حسن تدبیر اور عادلانہ نظر سے دور کر کے پبلک کے دل میں اپنا اعتماد اور وقار قائم کرنے کی طرف راغب ہو۔ اس سے حکومت کے وقار اور اعتماد کو یہی نہیں کہ کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ بلکہ اس سے وقار و اعتماد میں اضافہ ہوگا۔ اور پبلک کو یہ یقین ہو جائے گا۔ کہ حکومت کسی اپنے ملازم کو خواہ وہ کتنا ہی بڑا افسر ہو۔ اس کے ثابت شدہ قصور اور ناروا حرکت پر نوٹس لینا اور مناسب کارروائی کرنا اپنا فرض سمجھتی ہے

احمدیہ مسجد لنڈن میں نماز عید

"سوتھ ویسٹرن سٹار" برطانیہ کے اخبار نے ۱۰ر دسمبر ۳۷ء کے پرچہ میں ہماری مسجد لنڈن میں عید الفطر کی تقریب کا ذکر اس طرح کیا ہے۔ کہ احمدیہ مسجد لنڈن میں اتوار کو عید کی تقریب منائی گئی۔ اس موقعہ پر ہر شخص کی زبان سے "السلام علیکم۔ خدا تعالےٰ آپ کے ساتھ ہو" کے الفاظ سنائی دیتے تھے۔ نماز عید میں شامل ہونے کے لئے لنڈن کے تمام حصوں سے مسلمان مرد اور اکثر خواتین جن میں بہت سی یوروپین تھیں خوبصورت ساڑھیاں جو مشرقی لباس ہے پہنے ہوئے آئیں۔ ان خواتین میں ایک نئی شادی شدہ خاتون سیاہ رنگ کے برقعہ کے پردہ میں تھی۔ اور مردوں میں بہت سے ترکی ٹوپیاں اوڑھے ہوئے تھے۔

سب نے مسجد میں داخل ہونے سے پہلے جوتے اتار لئے۔ مستورات نے مردوں کے پیچھے اپنی قطار نماز کے لئے آراستہ کی۔ یہ فضا اپنے اندر ایک بے تکلفانہ انداز رکھتی تھی۔ جس میں تصنع یا بناوٹ کا شائبہ تک نہ تھا۔ امام مسجد لنڈن مولنا درد سبز پگڑی پہنے ہوئے خاموشی کے ساتھ مجمع کے سامنے اپنی جگہ پر کھڑے ہو گئے۔ اور آپ نے نماز پڑھائی نمازی کبھی ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوتے۔ کبھی گھٹنوں کے بل جھکتے۔ پھر سیدھے کھڑے ہو کر سجدے میں چلے جاتے۔ اور بیٹھ جاتے تھے یہ تمام وہ حرکات ہیں۔ جو مختلف ملکوں میں نہایت عجز و انکسار و اطاعت کی علامتیں سمجھی جاتی ہیں۔

نماز سے فارغ ہو کر مولنا درد نے انگریزی میں خطبہ پڑھا۔ اور لفظ "عید" کے عربی زبان کا ذکر کر کے بہت مطالب بیان کئے۔ اور فرمایا کہ عربی زبان ایسی مشکل نہیں۔ جیسی کہ بعض لوگ خیال کرتے ہیں۔ اور یوم عید کی تاریخ بیان کی۔ اور اس کے معانی اور مطالب بتلائے۔ اور کہا۔ کہ جن لوگوں نے ابھی تک مسلمان ہونے کا پختہ ارادہ نہیں کیا۔ وہ آج فیصلہ کر لیں۔ اس معاملہ میں کوئی جبر نہیں۔ عوام الناس آپ کو دیکھ کر یہی کہیں گے۔ کہ وہ دیکھو۔ ایک انسان جا رہا ہے۔ مگر ان کے اس کہنے کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ یا زیادہ سے زیادہ وہ یہ کر سکتے ہیں۔ کہ آپ کو مار ڈالیں۔ لیکن انگلستان میں ایسا نہیں ہو سکتا۔ وہ وقت آ رہا ہے۔ جبکہ بہت سے انگریز گھرانے مسلمان ہونگے۔ لیکن وہ وقت ایسا قابل قدر نہ ہوگا جیسا کہ آج قبول کرنے کا وقت خدا کے نزدیک قابل عزت اور ثواب ہے۔

اس کے بعد مہمان اور مسلمان نمازی میلروس ہاؤس میں جو عید کے موقعہ پر پھولوں سے نہایت خوشنما طرز پر آراستہ کیا گیا تھا۔ چلے گئے۔ اور وہاں مرد اور عورتوں نے الگ الگ کمروں میں کھانا کھایا۔

ان قابل دید مہمانوں میں ایک انگریز مسلم کی بیوی اور والدہ بھی تھیں۔ موخر الذکر خاتون صداقت کی متلاشی ہیں۔ اور تمام مذاہب کا مطالعہ کر رہی ہیں۔ ان سے علاوہ ایک ہندوستانی کی انگریز بیوی تھی۔ جو اپنے بازوؤں پر درجنوں منقش چوڑیاں طلائی پہنے ہوئے تھی۔ اس مجمع میں دو اور کاروباری لڑکیاں تھیں۔ جن کو نماز کی پرمتیں اور سنجیدہ کیفیت اور لوگوں کا اخلاص دیکھنے کا شوق کھینچکر لایا تھا۔

حاضرین میں مرزا ناصر احمد صاحب موجودہ امام جماعت احمدیہ کے فرزند اور مرزا مظفر احمد صاحب ان کے بھتیجے اور ڈاکٹر عطاء اللہ ایم۔ ایس اور مس سلیمہ بنگس جو قادیان میں ہو آئی ہیں موجود تھے۔ لنچ کے بعد دعا ہوئی۔ اور کچھ عرصہ گفتگو جاری رہی۔

نوٹس۔ جن اصحاب کو فاروق کی سال رواں میں خریداری منظور نہ ہو۔ وہ اطلاع دیں یا پرچہ واپس کر دیں۔ ورنہ ان کے نام وی پی ارسال ہوگا منیجر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہفتہ بھر کی خبروں کا انتخاب

بمبئی۔ ۸ جنوری۔ تجارتی گفت و شنید کے سلسلہ میں سر محمد ظفر اللہ خاں کامرس ممبر آج انگلستان روانہ ہو گئے ہیں۔ پانچ چھ ہفتہ تک واپسی کی توقع ہے۔ سر محمد یعقوب نے سر محمد ظفر اللہ خاں کے عہدہ کا چارج لے لیا ہے۔

۔ افواہ ہے۔ کہ صوبہ یو۔پی میں مسلم لیگ کی پے در پے کامیابیوں نے وہاں کی کانگرسی حکومت کو سخت پریشان کر دیا ہے۔ اور کانگرسی حکومت تشدد اور فرقہ پرستی کے الزام کی آڑ میں یو۔پی میں مسلم لیگ کو انجمن خلاف قانون قرار دینے کی تجویز پر غور کر رہی ہے۔

ٹوکیو۔ ۹ جنوری۔ جاپانی وزارت اور امپیریل ہیڈ کوارٹر کے ارکان کی ایک مشترکہ کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس میں فیصلہ کیا گیا۔ کہ چین میں جو حکومت جاپانیوں کی مخالفت کر رہی ہے۔ اسے بالکل تباہ کر دیا جائے۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ فوجی جرنیلوں کو ہدایات جاری کر دی گئی ہیں۔

لنڈن۔ ۹ جنوری۔ فلسطین سے اطلاع موصول ہوئی ہے۔ کہ شاہ نجاشی کے ساتھ حبشہ کے جو ۸۰ سرکردہ فوجی جرنیل فلسطین چلے گئے تھے۔ انہیں سائینور مسولینی کے ایجنٹوں نے ترغیب دی، کہ وہ حبشہ میں بڑے بڑے عہدے قبول کر لیں۔ اور وہاں جا کر قبائل کو اطالیہ کا مطیع بنانے میں مدد دیں۔ مگر انہوں نے انکار کر دیا۔

لکھنؤ۔ ۹ جنوری۔ یو پی کے اچھوتوں نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ جب یو۔پی اسمبلی کا اجلاس ہو۔ تو کانگرسی گورنمنٹ کے خلاف مظاہرے کئے جائیں۔ ان کا مطالبہ ہے کہ ۲۵ فی صدی ملازمتیں اچھوتوں کو دی جائیں۔ وزارت میں دو وزیر اچھوت ہوں ان پر جو قرضے ہیں۔ وہ منسوخ کر دیئے جائیں۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے۔ کہ اچھوتوں کے چند لیڈر الہ آباد جا رہے ہیں۔ تاکہ پنڈت جواہر لال نہرو کے سامنے اپنے یہ مطالبات پیش کریں۔

دہلی۔ ۹ جنوری معلوم ہوا ہے۔ حکومت دہلی بھی آنریری مجسٹریٹوں کے طریق کو اڑانے پر غور کر رہی ہے۔ چنانچہ چیف کمشنر صاحب اس تجویز پر غور کر رہے ہیں۔ کہ اول آنریری مجسٹریٹوں کو اڑا دیا جائے۔ لیکن اگر اس ضمن میں کوئی مشکلات ہوں۔ تو بتدریج کمی کر کے ایک سال کے اندر اندر اس طریق کو خیر باد کہہ دیا جائے۔

قاہرہ۔ ۹ جنوری۔ شاہ فاروق نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ ۲۰ جنوری کو شرعی احکام کے مطابق اپنی شادی فریدہ ذوالفقار سے عمل میں لائیں۔ شرعی پابندی کے مطابق دلہن پردہ میں رہے گی۔

پشاور۔ ۹ جنوری۔ حکومت صوبہ سرحد نے ”بیگار“ کے انسداد کے لئے اسمبلی کے آئندہ اجلاس میں ایک بل پیش کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ جسکی رو سے بیگار کا لینا جرم قرار دے دیا جائیگا۔

ماسکو۔ ۹ جنوری۔ معلوم ہوا ہے۔ حکومت روس نے کوریا کے ان ۲ لاکھ باشندوں کو جو روس میں رہتے ہیں۔ روس سے وسطی سائبیریا کو چلے جانے کا حکم دیا ہے۔ اس پر حکومت جاپان نے روس کو الٹی میٹم دے دیا ہے۔ کہ وہ کوریا کے باشندے ہیں۔ اگر ان کو واپس نہ بلایا گیا۔ تو حکومت جاپان سخت اقدام کرنے پر مجبور ہو گی۔

لاہور۔ ۱۰ جنوری۔ پچھلے دنوں گورنمنٹ پنجاب نے ”زمیندار“ کا زرضمانت تین ہزار روپیہ واپس کر دیا تھا۔ جب مالکان ”زمیندار“ یہ روپیہ لینے کے لئے سرکاری خزانہ میں گئے۔ تو انہیں بتایا گیا۔ کہ یہ روپیہ انکم ٹیکس والوں نے قرق کرا لیا ہے۔ کیونکہ انہوں نے کئی سال سے انکم ٹیکس ادا نہیں کیا۔

بمبئی۔ ۱۰ جنوری۔ مسٹر محمد علی جناح نے پنڈت جواہر لال نہرو کے بیان کے جواب میں ایک بیان شائع کیا ہے۔ جس میں لکھا ہے۔ میں اور آل انڈیا مسلم لیگ کونسل ہر اس تجویز پر پورا غور کریں گے۔ جو کانگرس ورکنگ کمیٹی کی طرف سے منظور کی جائیگی۔ پنڈت جی کے بیان کا ذکر کرتے ہوئے لکھا۔ بیان میں میری پوزیشن کا اندازہ غلط طور پر لگایا گیا ہے۔ اور ظاہر کیا گیا ہے۔ کہ کانگرس اس عارضی معاہدہ پر قائم رہے گی۔ جو بابو راجندر پرشاد اور میرے درمیان ہوا تھا۔ لیکن میں واضح طور پر اس امر کا اعلان کر چکا ہوں۔ کہ میرے اور بابو راجندر پرشاد کے درمیان کوئی معاہدہ طے نہیں ہوا۔ مزید لکھا ہے۔ ہم جانتے ہیں۔ کہ کانگرس نے مذہب۔ تمدن اور زبان کے متعلق اطمینان دلانے کے لئے کئی اعلان کئے ہیں۔ مگر ہم ایسے اعلانوں پر کوئی اعتماد نہیں کر سکتے۔ ہم معین اور مؤثر تحفظات چاہتے ہیں۔ جن کی بدولت ہم نہ صرف اپنے مذہب۔ اپنی تہذیب اور اپنی زبان کی حفاظت کر سکیں۔ بلکہ اپنے سیاسی حقوق کو بھی پامال ہونے سے بچائیں۔

لاہور۔ ۱۰ جنوری۔ لالہ دیش بندھو گپتا ایم ایل۔ اے نے پنجاب اسمبلی میں ایک تحریک التوا کا نوٹس دیا ہے۔ تاکہ گورنر پنجاب کے میعاد عہد میں توسیع ایسے اہم مسئلہ پر بحث کی جائے۔ اس تحریک میں یہ بتایا گیا ہے۔ کہ ملک معظم کی حکومت کا یہ فیصلہ اس طریق کے منافی ہے۔ جس کے مطابق کسی آئی۔ سی۔ ایس افسر کو پانچ سال سے زیادہ عرصہ تک گورنر نہیں رکھا جا سکتا۔ اور چونکہ گورنمنٹ پنجاب نے گورنمنٹ برطانیہ کے پاس اس کے خلاف پروٹسٹ نہیں کیا۔ اس لئے گورنمنٹ پنجاب کی اس غفلت پر بحث کرنے کے لئے کارروائی ملتوی ہونی چاہیئے۔

لاہور۔ ۱۱ جنوری۔ آج لاہور ہائیکورٹ میں مسجد شہید گنج کے مقدمہ کی مزید سماعت ہوئی۔ رائے بہادر بدری داس نے سکھوں کی طرف سے اپنی بحث جاری رکھی۔ اس کے بعد مسٹر کونسٹین نے جوابی بحث کی۔ اور کہا۔ کہ چونکہ مسجد ایک مقدس جگہ ہے۔ اس لئے مخالفانہ قبضہ مسجد کی تقدیس کو کم نہیں کر سکتا۔ چونکہ ۱۹۳۵ء میں اسکو مسمار کیا گیا تھا۔ اس لئے بنائے دعوئے اس وقت سے پیدا ہوتی ہے۔ آج بحث ختم ہو گئی۔ عدالت نے فیصلہ محفوظ رکھا۔

امرتسر۔ ۱۱ جنوری۔ گذشتہ شب ایک مقام پر مسلم لیگ کا جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں احراریوں نے ہلڑ مچا دیا۔ اگر پولیس بروقت مداخلت نہ کرتی۔ تو بہت سے سر پھٹ جاتے۔

لنڈن۔ ۱۱ جنوری۔ اخبار رینولڈز کا ایک نامہ نگار لکھتا ہے کہ اگر ہندوستان میں شاہی دربار کے انعقاد کے سلسلہ میں بادشاہ اور ملکہ کے وہاں جانے کا سوال معرض التوا میں ڈال دیا گیا۔ تو یہ کوئی قابل تعجب بات نہیں ہو گی۔ معلوم ہوا ہے۔ انڈیا آفس نے ہندوستان میں شاہی دربار کے انعقاد کی تجویز کی شدید مخالفت کی ہے۔ کیونکہ بعض غیر پسندیدہ واقعات کے پیش آنے کا امکان ہے۔

لاہور۔ ۱۱ جنوری۔ اخبارات میں شائع ہوا ہے۔ کہ مسجد شہید گنج کے سلسلہ میں احرار کی سول نافرمانی کو ختم کرانے کے لئے ملک برکت علی ایم۔ ایل۔ اے نے مولوی مظہر علی سے جو ملاقات کی تھی۔ اس کے دوران میں مؤخر الذکر نے کہا۔ میرا موجودہ اقدام مسجد شہید گنج کو حاصل کرنے کے لئے نہیں۔ میں مسجد کی ذرہ بھر پروا نہیں کرتا۔ میرا مقصد یونینسٹ وزارت کو توڑنا ہے۔

دارالامان کی خبریں

(۱) ہفتہ زیر اشاعت میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی طبیعت قدرے ناساز رہی۔ ۱۳ جنوری سے حضور کی طبیعت نسبتاً اچھی ہے۔ احباب کامل صحت کے لئے دعا فرمائیں۔

(۲) حضرت ام المؤمنین مدظلہا کی طبیعت علیل ہے درد سر اور نزلہ کی شکایت ہے۔ احباب دعائے صحت بالالتزام کرتے رہیں۔

(۳) سید عبدالحمید آفندی خورشید قاہرہ (مصر) کے پہلے احمدی ہیں۔ جو ۲ جنوری کو قادیان تشریف لائے یہ محترم دوست مکرمی مولوی جلال الدین صاحب شمس کے ذریعہ ۳۵ء میں داخل سلسلہ ہوئے تھے۔ تبلیغ احمدیت کا آپ کو بہت شوق ہے۔ آج ۱۳ جنوری کو خاکسار فاروق کے دفتر میں ملاقات کے لئے قدم رنجہ فرمایا۔ نہایت مخلص اور ذی علم نوجوان بزرگ ہیں۔ آپ نے ایک لطیفہ فرمایا۔ کہ ہمارا شاہ مصر بھی فاروق ہے۔ اور ہمارا امام سلسلہ بھی فاروق ہے۔ اور آپ کا اخبار بھی فاروق ہے۔ اس طرح آپ کے اخبار نے دین اور دنیا دونوں کو جمع کر دیا ہے۔

(۴) صدر انجمن احمدیہ نے معلوم ہوا ہے۔ کہ خانصاحب مولوی فرزند علی صاحب کو دو ماہ کے لئے ناظر امور عامہ اور خارجہ کے فرائض سر انجام دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ اور خانصاحب برکت علی صاحب کو قائم مقام ناظر بیت المال بنایا ہے۔

اطلاع۔ ۲۸ جنوری کا پرچہ وی پی کیا جائیگا۔ احباب وصول کر لیں۔ یا اطلاع دیں۔ کہ کب چندہ ارسال کریں گے۔ (مینیجر)